تنبیہ بعض زمانہ منکرین قیاس نے فردوہ اِلی اللہ وَالرسُول سے قیاس کی نفی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع ہونا چاہیئے نہ کہ قیاس کی طرف ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اس لیئے کہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع تو اطیعوا اللہ وَاطیعوا الرسُول. سے ثابت ہے اور یہ رجوع بلا شرط ہے اور فردوہ میں رد اور رجوع بشرط تنازعہ ہے تو یہ رجوع مشروط غیر مشروط رجوع کا غیر ہے۔ حاصل یہ ہے۔ رجوع اوّل اور رجوع غیر مشروط تو نص کی طرف ہے۔ اور رجوع ثانی اور رجوع مشروط بشرطِ تنازعہ نص کیطرف نہیں ہے۔ بلکہ نص میں جو علت پنہاں ہے اس کی طرف یہ رجوع ہے۔ اور اسی کا نام قیاس ہے۔ یہ غور کرنے کی بات ہے۔

اب یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت بغیر مطابقت عقل کے ہے یا نہیں اس کو ہم علم کلام میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حکم الٰہی عقل کے تابع نہیں ہے۔ کیوں کہ عقل کا وجود امر الٰہی یعنی کُن سے ہوا ہے۔ امر الٰہی عقل اور جملہ کائنات سے مقدم ہے اس لیئے امر کے ساری کائنات اور عقل تابع ہوگی۔ امر کسی کائنات اور کسی عقل کے تابع نہیں ہوگا۔ اس لیئے حکم الٰہی اور امر الٰہی کیلئے عقل کی مطابقت شرط نہیں ہے دیکھو آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر روح پھونکی حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو مریم علیہا السلام سے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد اور عورت کے اجتماع سے پیدا کیا۔ یعنی ایک مرد کے بدن کو مٹی سے پیدا کر کے اس میں روح پھونکی۔ ایک عورت کو زندہ مرد سے پیدا کیا۔ ایک مرد کو صرف عورت سے پیدا کیا باقی تمام عورت و مرد کو عورت مرد کے اجتماع سے پیدا کیا۔ بس یہ چار طریق سے انسانوں کی پیدائش معقول ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا وضعہ

Marfat.com

اسی مٹی سے تم کو پیدا کرینگے تو زمین سے نباتات کی طرح زندہ انسان اگیں گے عقل سے تو صرف وہی چار طریقے آئے تھے۔ اب یہ پانچواں طریقہ ہے کہ مٹی سے زندہ انسان پیدا کیا جائیگا۔ لہٰذا ہم اس پر بغیر مطابقت عقل کے ایمان لے آئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انکی اطاعت میں قرآن شریف کی مطابقت شرط نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس طرح قرآن شریف کی وحی ہوتی تھی اسی طرح قرآن شریف کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی۔ کتاب فتنہ انکار حدیث میں اس کے دلائل ہم نے بیان کئے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ کبھی قرآن کیمطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے ہوں اور کبھی وحی غیر قرآن کے مطابق بیان فرماتے ہوں کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف وحی کے تابع ہیں خواہ وحی قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔ اور اسی وحی غیر قرآنی کا نام حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں جہاں بھی تَوَفّی کا لفظ بغیر قرینہ کے آیا ہے وہاں توفی کا لفظ موت ہی کے معنیٰ میں ہے۔ اور لغت عرب میں بھی توفی کا لفظ بغیر قرینہ کے موت ہی کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور اللہُ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا و من الناس اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں سے رسولوں کو چنتا ہے اور چنے گا کیونکہ یصطفی مضارع اور مستقبل دونوں کیلئے آتا ہے۔ تو مستقبل میں اصطفاء رسالت اس صیغہ مضارع سے ثابت ہوتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نبوت ختم ہو چکی۔ الغرض بے شمار باتیں ایسی ہیں جو قرآن شریف سے ثابت نہیں ہیں۔ حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ اسی طرح اجماع میں بھی مطابقت قرآن

Marfat.com

اس کی کلی ہی کی دلیل ہے۔ ہاں اس کے عدم جواز کے لئے دلیل چاہیئے۔ اس کے کسی فرد کے لئے دلیل نہ ہونے سے اس کا بدعت یا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا بدعت جب ہوگا کہ جب بدعت اس کی کلی کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی اس فرد کی ممانعت ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ منگل کے دن جو روزہ رکھے گا۔ اس کو ۲ محل جنت میں ملیں گے۔ تو منگل کے دن روزہ رکھنے پر ۲ محل ملنے یہ ایسی کلی ہے کہ چاروں دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت نہیں ہے اور نہ منگل کا روزہ ممنوع ہے لہٰذا اگر کوئی اس نیت سے روزہ رکھیگا کہ اس کو منگل کے روزہ پر ۲ محل ملیں گے تو یہ روزہ بدعت ہے کیوں کہ بغیر ثبوت شرع کے شرع کی طرف منسوب کر دیا کیونکہ جزء کا اظہار شریعت ہی کی طرف منسوب ہے اور ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ اس دن کا روزہ ممنوع نہیں ہے یہ اس لئے کہ اگر ممانعت منگل کے روزے کی ہوتی تو روزہ قطعی حرام ہو جاتا۔ اور بہ ظاہر حرام ہے نہ کہ بدعت بدعت میں کلی کا عدم ثبوت چاہیئے اور جزوی کی عدم ممانعت چاہیئے اور پھر بہ حکم شریعت کی طرف منسوب ہو جانا چاہیئے۔ تب جائے بدعت ہوگی۔ اور اگر کل کا ثبوت نہ ہو اور شرع کی طرف منسوب نہ ہو تو یہ بدعت نہیں ہے۔ اور اگر شرع خلاصہ بدعت وہ حکم ہے جو دلائل شرعیہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہ ہو اور پھر اس کو دینی اور شرعی جز سمجھا جائے بس بدعت اسی کا نام ہے۔ خواہ حکم عقائد میں ہو خواہ اعمال میں ہو۔ مثلاً بعض قدماء کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ یہ بدعت ہے۔ کیونکہ کسی دلیل شرعی سے تباہی جنت و جہنم نہیں ہے۔ اور پھر اس کو شرعی حیثیت دی گئی۔ اور جیسے بعض اکابر اور ایک اور جماعت سے منقول ہے کہ دوام عذاب کی وعید کے خلاف کرنا یعنی خلف فی الوعید حق ہے۔

لہٰذا حقانیت خلف فی الوعید بدعت ہے کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور اس کو شریعت کی طرف منسوب ہے۔ عملی بدعت جیسے کسی مہینے کی کسی معین تاریخ کا روزہ رکھنا

Marfat.com

اسی مٹی سے تم کو پیدا کرینگے تو زمین سے نباتات کی طرح زندہ انسان اگیں گے عقل سے تو صرف وہی چار طریقے آئے تھے۔ اب یہ پانچواں طریقہ ہے کہ مٹی سے زندہ انسان پیدا کیا جائیگا۔ لہٰذا ہم اس پر بغیر مطابقت عقل کے ایمان لے آئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انکی اطاعت میں قرآن شریف کی مطابقت شرط نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس طرح قرآن شریف کی وحی ہوتی تھی اسی طرح قرآن شریف کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی۔ کتاب فتنہ انکار حدیث میں اس کے دلائل ہم نے بیان کئے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ کبھی قرآن کیمطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے ہوں اور کبھی وحی غیر قرآن کے مطابق بیان فرماتے ہوں۔ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف وحی کے تابع ہیں خواہ وحی قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔ اور اسی وحی غیر قرآنی کا نام حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں جہاں بھی تَوَفّی کا لفظ بغیر قرینہ کے آیا ہے وہاں توفی کا لفظ موت ہی کے معنیٰ میں ہے۔ اور لغت عرب میں بھی توفی کا لفظ بغیر قرینہ کے موت ہی کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں سے رسولوں کو چنتا ہے اور چنے گا۔ کیونکہ یصطفی مضارع اور مستقبل دونوں کیلئے آتا ہے۔ تو مستقبل میں اصطفاء رسالت اس صیغہ مضارع سے ثابت ہوتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نبوت ختم ہو چکی۔ الغرض بے شمار باتیں ایسی ہیں جو قرآن شریف سے ثابت نہیں ہیں۔ حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ اسی طرح اجماع میں بھی مطابقت قرآن

Marfat.com

اس کی کلی ہی کی دلیل ہے۔ ہاں اس کے عدم جواز کے لئے دلیل چاہیئے۔ اس کے کسی فرد کے لئے دلیل نہ ہونے سے اس کا بدعت یا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا بدعت جب ہوگا کہ جب بدعت اس کی کلی کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی اس فرد کی ممانعت ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ منگل کے دن جو روزہ رکھے گا۔ اس کو ۲ محل جنت میں ملیں گے۔ تو منگل کے دن روزہ رکھنے پر ۲ محل ملنے یہ ایسی کلی ہے کہ چاروں دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت نہیں ہے اور نہ منگل کا روزہ ممنوع ہے لہٰذا اگر کوئی اس نیت سے روزہ رکھیگا کہ اس کو منگل کے روزہ پر ۲ محل ملیں گے تو یہ روزہ بدعت ہے کیوں کہ بغیر ثبوت شرع کے شرع کی طرف منسوب کر دیا کیونکہ جو کا اظہار شریعت ہی کی طرف منسوب ہے اور ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ اس دن کا روزہ ممنوع نہیں ہے یہ اس لئے کہ اگر ممانعت منگل کے روزے کی ہوتی تو روزہ قطعی حرام ہو جاتا۔ اور بہ ظاہر حرام ہے نہ کہ بدعت بدعت میں کلی کا عدم ثبوت چاہیئے اور جزوی کی عدم ممانعت چاہیئے اور پھر یہ حکم شریعت کی طرف منسوب ہو جانا چاہیئے۔ تب جائے بدعت ہوگی۔ اور اگر کل کا ثبوت نہ ہو اور شرع کی طرف منسوب نہ ہو تو یہ بدعت نہیں ہے۔ اور اگر شرع خلاصہ بدعت وہ حکم ہے جو دلائل شرعیہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہ ہو اور پھر اس کو دینی اور شرعی جز سمجھا جائے بس بدعت اسی کا نام ہے۔ خواہ حکم عقائد میں ہو خواہ اعمال میں ہو۔ مثلاً بعض قدماء کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ فنا ہو جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ یہ بدعت ہے۔ کیونکہ کسی دلیل شرعی سے تباہی جنت وجہنم نہیں ہے۔ اور پھر اس کو شرعی حیثیت دی گئی۔ اور جیسے بعض اکابر اور ایک اور جماعت کا یہ ہے کہ دوام عذاب کی وعید کے خلاف کرنا یعنی خلف فی الوعید حق ہے۔

لہٰذا حقانیت خلف فی الوعید بدعت ہے کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور اس کو شریعت کی طرف منسوب ہے۔ عملی بدعت جیسے کسی مہینے کی کسی معین تاریخ کا روزہ رکھنا

Marfat.com

ہزار یا کم وبیش روزوں کا ثواب ظاہر کرنا یہ بدعت ہے۔ کیونکہ یہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور
کے باوجود شریعت کی طرف منسوب ہے۔ یا جیسے کہ ایصال ثواب میں تقرر وقت کیا جاتا ہے۔ اور
ا جاتا ہے اس سے قبل یا اس کے بعد ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا۔ تو بے شک یہ بدعت ہے۔
ل تقرر وقت سہولتوں اور آسانیوں اور دیگر مفاد کے پیش نظر صحیح ہے۔

سوال :۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے تقابل کے خلاف بدعت ہے یا نہیں :

جواب :۔ جن مسائل پر اجماع صحابہ ہے ان کا خلاف بدعت اور ضلالت ہے اور
ن مسائل میں اجماع نہیں ہے یا صحابہ کی ایک جماعت یا ایک فرد کسی ایک طرف ہے اور دوسری
عت یا فرد کسی دوسری طرف ہے وہاں محتاط طریقہ یہ ہے کہ اکثریت صحابہ پر عمل ہو۔ اور اس میں بدعت
ال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس وقت لازم آتا ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم معاذ اللہ بدعتی ہو
ں۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عورت اگر مر جائے اور شوہر اور ماں باپ چھوڑے
ماں کو ایک تہائی ملنا چاہیئے۔ دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک ماں کو شوہر کا حصہ دینے
بعد جو باقی بچے اس میں سے ایک تہائی ملنا چاہیئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ باقی کی تہائی
ب اللہ سے ثابت نہیں ہے۔ دیگر حضرات صحابہ نے فرمایا اگر اس صورت میں ماں کو کل کی تہائی
نے گی، تو باپ کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور اس وقت عورت کو مرد سے دگنا مل جائے گا۔ اور یہ کتاب اللہ
ات ہے بلکہ مثل خط الانیشن یعنے مرد کو عورت سے دگنا ملنا چاہیئے۔ اور اسی طرح کلالہ کے
حضرت صدیق اکبر رضؓ کے نزدیک ماسوا الدین اور ولد کے ہیں۔ اور فاروق اعظم رضؓ کے نزدیک
و ولد کے ہیں اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضؓ کے نزدیک معراج جسمانی ثابت نہیں ہوتی
گر اصحاب کے نزدیک معراج جسمانی ثابت ہے۔ اور بہت سے معاملات میں حضرت صحابہ رضی اللہ
ختلاف ہے۔ سو معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ سے اختلاف بدعت نہیں ہے۔ ہاں بے شک

Marfat.com

اجماع صحابہ سے اختلاف قطعی بدعت ہے

سوال :۔ صحابہ کا تقابل صحابہ کا عمل حق ہے۔ دین ہے یا نہیں۔

جواب :۔ صحابہ کا عمل حق ہے۔ دین ہے۔

سوال :۔ پھر جب صحابہ کا عمل دین ہے اور حق ہے تو لا بد صحابہ کے خلاف قطعی لا دینی اور ناحق ہے۔

جواب :۔ عمل صحابہؓ حق ہے دین ہے۔ لیکن دین اور حق کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ عمل صحابہؓ ہو۔ یعنی عموم خصوص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر عمل صحابہؓ دین ہے حق ہے۔ لیکن ہر حق دین کے ضروری نہیں ہے کہ وہ عمل صحابہؓ ہی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین کا انحصار عمل صحابہ رضؓ میں نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کے عجائب لامتناہی ہیں اور کبھی بھی منقطع نہیں ہوں گے۔ ہر زمانہ میں برابر عجائبات منکشف ہوتے رہیں گے۔ نیز حوادث وقائع حالات لامتناہی ہیں۔ صحابہ رضؓ کے زمانے کے بعد جو حالات رونما ہوئے ان کے مطابق ان حالات کے مطابق آئمہ مجتہدین نے فیصلے کئے اور یہ تمام فیصلہ جات صحابہ رضؓ کے زمانہ میں نہ تھے۔ اس کے باوجود کہ یہ اجتہادات صحابہ رضؓ کے زمانہ میں نہ تھے بدعت نہیں کہلائے گئے۔ ورنہ آئمہ مجتہدین بھی بدعتی کہلائے جاتے۔ اور اگر منکرین اجتہادات ان کو بدعتی قرار دیں بھی تو تدوین کتب احادیث تو قطعی صحابہ رضؓ کے زمانہ میں نہ تھی تو یہ تدوین اور مدون قطعی بدعت اور بدعتی ٹھہرے حالانکہ یہ نہ بدعت ہے اور نہ ان کے مدون بدعتی تھے۔ تنبیہ صحابہؓ بعض اشیاء کو کرتے تھے اور بعض اشیاء کا ترک کرتے تھے یعنی بعض اشیاء کا فعل تھا اور بعض کا ترک تھا جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ نکاح کا فعل تھا۔ چوری زنا جوئے کا ترک تھا۔ صحابہ رضؓ کے فعل نماز کے خلاف اور ترک زنا و چوری کے خلاف قطعی حرام ہے نہ کہ بدعت۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن افعال کے وہ فاعل تھے یا جن افعال کے وہ تارک تھے تو ان کے فعل

Marfat.com

مخالفت عملاً حرام اور اعتقاداً کفر ہے۔ بدعت کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں بحث یہ ہے
صحابہ نے یہ فعل کیا یا ترک فعل کیا۔ یعنی اس وقت کوئی واقعہ ایسا یا نہ تھا کہ جس کے متعلق وہ فعل یا
ترک فعل کا حکم لگاتے۔ بعد میں وہ واقعہ پیدا ہوا۔ اس وقت کے مجتہدین نے اور علماء محققین نے
اور اولیاء کرام نے اس کے فعل یا ترک فعل کا حکم لگایا۔ تو چونکہ یہ حکم صحابہ رضؓ کے زمانے میں تھا ہی نہیں
اس حکم کو دیکھا جائے گا۔ اگر یہ ادلۃ شرعیہ سے ثابت ہوگا تو دین ہے اگر ثابت نہ ہوگا اور پھر دین
کی طرف منسوب کیا جائے گا تو قطعی بدعت ہوگا۔ مجرد صحابہؓ کا نہ کرنا اور نہ کرنے کے
بعد ترک کرنا نہیں ہے بلکہ عدم فعل نہ ترک فعل تو یہ عدم فعل صحابہ رضؓ محض عدم
فعل ہونے کی حیثیت سے بدعت نہیں ہے۔ جب تک کے اس عدم فعل کے ساتھ عدم
دلیل شرعی اور نسبت شرعی جمع نہ ہوں اس وقت تک یہ عدم فعل صحابہؓ بدعت
نہیں ہے۔

سوال:۔ میلاد شریف کی محفل مرتب کرنا بدعت ہے یا نہیں۔

جواب:۔ بدعت نہیں ہے۔

ثبوت، اللہ تعالےٰ نے فرمایا وذکرھم بایام اللہ ایام الٰہی کا ذکر کرا اور
ذکر کر۔ یوم الٰہی وہ یوم ہے کہ جس دن اللہ تعالےٰ نے کوئی اہم فعل کیا ہے اللہ
تعالےٰ کا اہم فعل یا رحمت ہے یا عذاب ہے۔ اور رحمت عذاب سے افضل اور
اعلیٰ ہے تو رحمت بڑا دن ہے اور آپؐ کی ذات بابرکات رحمت للعالمین ہے تو جس
دن آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ دن درحقیقت یوم الٰہی ہے۔ اور الٰہی دن
ہے لہٰذا اس کی تذکیر واجب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یوم میلاد النبیؐ یوم الٰہی ہے۔ اور یوم الٰہی واجب التذکیر ہے

Marfat.com

لہٰذا یوم میلاد النبیؐ واجب التذکیر ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ان فی ذلک لآیٰت لکل صبار شکور، ہر صابر و شاکر کے لئے اس یوم کی تذکیر میں نشانیاں ہیں۔ یا اس یوم میں نشانیاں ہیں۔ غور کر۔

سوال: نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مناجات کے وقت سامنے شیرینی رکھنی بدعت ہے۔؟

جواب: بدعت نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً

اے ایمان والو، جب تم رسولؐ سے مناجات کرو تو اپنے سامنے صدقہ رکھ کر۔

سوال: یہ الفاظ کہے کہ یہ اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے ہے ایسا کہنا بدعت یا شرک ہے۔

جواب: نہ بدعت ہے نہ شرک۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو خوش رکھا جائے۔

سوال: یہ الفاظ کہے کہ نذر اللہ اور نیاز پیغمبر یعنی پیغمبر کی خوشنودی اور پیغمبر کی شایانِ شان حاصل کرنے کے لئے اور پیغمبر کو اپنی طرف نظر عنایت کرانے کی دعا کی نیت وغیرہ یہ بدعت اور شرک ہے۔

جواب: نہ یہ بدعت ہے نہ شرک۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: ومن الاعراب من یومن باللہ والیوم الآخر ویتخذ ما ینفق قربٰت عند اللہ وصلوٰت

Marfat.com

کچھ ایسے بدو ہیں کہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو وہ نذر اللہ اور نیاز پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ الا انھا قربتہ لھم سیدخلھم اللہ فی رحمتہ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی یہ نیاز و نذر قبول ہے۔ عنقریب اللہ تعالےٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

سوال :۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ کا نبیؐ زندہ ہے۔ یہ بدعت ہے۔

جواب :۔ نہیں۔ نبی اللہ حیٌ یہ حدیث ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا نبی زندہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

"ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتٌ بل احیاءٌ ولکن لاتشعرون"

مقتول فی سبیل اللہ کو مردے مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں نہیں ہے۔ اس آیت میں مقتول فی سبیل اللہ کو حیّ اور زندہ کہا ہے۔ اور ظاہر ہے مقتول حیّ نہیں ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ حکم حیات اس مقتول پر ہے جو مقید ہے۔ فی سبیل اللہ کے ساتھ اور مقید پر جو حکم ہوتا ہے۔ اس کی کم کی وہ قید علت ہوتی ہے لہٰذا سبیل اللہ بت درحقیقت علۃ حیاۃ ہے۔ اور اس کی مثال ہے کہ جیسے طبیب کہے کہ ٹھنڈا مُضر ہے۔ تو مُضرت کا حکم اس پانی پر ہے جو ٹھنڈک کے ساتھ مقید ہے۔ لہٰذا علت مُضرۃ ٹھنڈک ہوئی۔ اسی طرح یہاں حیٌ کی علت فی سبیل اللہ ہوئی اور فرمایا : قل اِنّ صلاتی ونُسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۔ کہدے کہ میری نماز اور قربانی میری حیاۃ اور ممات سب اللہ کے لئے ہے۔ تو شہید کی موت صرف للہ ہے اور ہر چیز للہ ہے۔ اور فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی نبی کی حیات اور حیاتی خالات حملہ

Marfat.com

اور مماۃ اور مماتی حالات سب کے سب للہ اور فی سبیل اللہ ہیں۔ تو جبکہ فی سبیل اللہ ہونا اور للہ ہونا ہی حیاۃ ہے۔ تو لا بد نبی کی حیات شہید کی حیات سے بدرجہ اعلیٰ اور ہے۔ کیونکہ اس کی تو صرف موت ہی فی سبیل اللہ اور للہ ہے۔ اور نبی کی تمام حالتیں سبیل اللہ اور للہ ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ نبی کی للہیت شہید کی للہیت سے لامتناہی افضل اور ارفع ہے۔ لہٰذا للہیت نبیؐ کی حیاۃ شہید کی حیاۃ سے لامتناہی افضل اور ارفع اور اطیب ہے۔ اور چونکہ ہمکو جبکہ ادنیٰ حیات شہید کا شعور نہیں تو اعلیٰ اور ارفع حیات کا کیسے شعور ہو سکتا ہے۔ لہٰذا نبی اللہ حیؐ ہے اور یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ شرک ہے۔

اب رہا سوال ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا کہ اس صورت میں شرک لازم آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں کیونکہ شیطان ہر انسان کے ساتھ ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ نیز ملائکہ ہر انسان کے ساتھ اور اس انسان کے اعمال سے باخبر ہیں۔ کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون محترم کاتب تمہارے افعال سے باخبر ہیں۔ تو جس طرح شیطان و ملائکہ کا حاضر و ناظر ہونا شرک نہیں ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ نبیؐ کا حاضر و ناظر بھی شرک نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہؐ یہ قضیہ ہر وقت ہر جگہ صادق ہیں اور کرے وہ کافر ہے۔ اور یہ قضیہ موجبہ یعنی مثبتہ ہے۔ منفیہ سالبہ نہیں ہے۔ موجبہ کا صدق وجود موضوع کو چاہتا ہے۔ یعنی اس قضیہ کا مضمون یہ ہے کہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اسوقت ثابت ہے اور رسالت کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ثبوت ہے

کی فرع ہے مطلب یہ ہے کہ قضیہ موجبہ کا صدق یہ چاہتا ہے کہ اس کا موضوع یعنے مبتدا موجود ہو اور یہاں اس صادق قضیہ کا موضوع محمدؐ صلعم ہیں۔ لہٰذا اس وقت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو موجود ہونا چاہیئے۔ تب یہ قضیہ صادق آئے گا۔ اور یہ قضیہ تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک صادق ہے ہر وقت۔ لہٰذا اس وقت بلکہ ہر وقت جب بھی یہ قضیہ صادق ہوگا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہوں گے۔

اور یہ اصل کہ ثبوت شئی شئی فرع ہے ثبوت مثبت لہٗ اس اصل پر حکماء فلاسفہ اور تمام علماء اسلام متفق ہیں لہٰذا اس اصل کے متفق علیہ ہونے کی بنا پر میں کہتا ہوں کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں بھی یہ قضیہ اور جس جگہ بھی یہ قضیہ صادق آئیگا اس وقت اور اس جگہ آپؐ کی ذات بابرکات موجود ہوگی۔ نیز آپ تمام عالموں کے لئے رحمۃ ہیں اور رحمۃ تمام اشیاء سے وسیع ہے۔ اسلئے آپؐ تمام اشیاء اور تمام عالموں میں جائز ہیں۔ اب اگر تو کہے کہ شیاطین کفار اور فساق نجاسات میں آپؐ کی ذات پاک کیسے جلوہ گر ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح آفتاب کا نور آفتاب کی ضو شیاطین کفار فساق نجاسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا۔ اور ان سب میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کا نور تمام منجسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا۔ اب اگر تو یہ کہے کہ اس وقت شرک لازم آتا ہے تو میں کہوں گا کہ شرک لازم نہیں آتا جس طرح شیطان و شیاطین کا ہر انسان میں حاضر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اَنۡذِرُہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ وقبیلہ شیطان اور شیاطین تمکو دیکھتے ہیں اور جس طرح ملائکہ ہر انسان کے ساتھ ہیں۔ یعلمون ما تعفلون تمہارے افعال سے ملائکہ باخبر ہیں تو جس طرح شیاطین و ملائکہ کا حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔ اسی طرح آپکی ذات بابرکات کا حاضر اور ناظر

ہونا موجب شرک نہیں ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ گمراہ کرنے والی جماعت اور ہدایت کرنے والی جماعت تو حاضر اور ناظر ہو اور تمام عالم کو ہدایت کرنے والا غیر حاضر اور ناظر ہو۔ اب اگر تو یہ کہے کہ آپؐ کی ذات مبارک دکھائی کیوں نہیں دیتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ملائکہ اور شیاطین باوجود حاضر ہونے کے دکھائی نہیں دیتے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دکھائی دیتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مرنے کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے، پھر وہ پوچھتے ہیں۔ یہ ہستی کون ہیں جو تم میں مبعوث کیے گئے۔ وہ کہتا ہے یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مشکوۃ شریف صہ ۲۵

لوگ ہر آن مر رہے ہیں اور ہر آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں تشریف لا رہے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا اس طرح حاضر و ناظر ہونا نہ شرک ہے نہ بدعت۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مومن کے ساتھ ہیں ثبوت النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم نبی کو مومنوں سے اتنی محبت ہے کہ خود مومنوں کو اپنے آپ سے اتنی محبت نہیں اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی محب المومنین ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرء مع من احب۔ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ آیت اور حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ محب مومنین ہے۔ اور محب مع المحبوب ہے۔ نتیجہ نبی مع المومنین ہے اور یہ غایت درجہ تحقیق ہے کہ ہمنے عقلاً اور شرعاً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ثابت کر دی ہے۔ غور کر

اب اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ھو معکم این ما کنتم یعنی جہاں تم

Marfat.com

تمہارے ساتھ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفت معیت اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور اسی طرح حاضر و ناظر ہونا بھی اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور صفات الٰہیہ کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے حیّ ہے۔ فاعل بالاختیار ہے عالم ہے قادر ہے، سمیع ہے۔ بصیر ہے، مالک ہے۔ رحیم ہے وغیرہ۔ اور یہ تمام صفتیں بندوں میں موجود ہیں تو جس طرح ان تمام صفتوں کی بندوں میں موجودگی موجب شرک نہیں ہے اسی طرح حاضر و ناظر ہونا شرک نہیں ہے۔ شرک کیا چیز ہے۔؟

جاننا چاہیئے کہ کوئی مصنوع اپنے صانع کے مثل نہیں ہوتی۔ جیسے مکان معمار کی مثل نہیں ہے۔ موٹر اپنے صانع کی مثل نہیں ہے۔ غرض کہ ہر مصنوع ایسا ہے کہ وہ اپنے صانع کی مثل نہیں ہے۔ اس لئے تمام کائنات اور تمام کائنات میں سے کوئی کائن بھی اپنے صانع کی مثل اور برابر نہیں ہے۔ اس لئے کسی مصنوع کو صانع کی برابری دینی اور اس کا مثل قرار دینا ہے شرک۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ذات و صفات بلا قدرۃ ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کسی قدرۃ کا بھی نتیجہ نہیں ہیں اور اللہ تعالےٰ کے افعال محض بالمشیت ہیں۔ مشیت کے علاوہ کسی داعی باعث سبب وجہ علت غائی غایت آلات مادہ مدت کسی کے محتاج نہیں ہے لہٰذا کسی مخلوق کو یا اس کی صفت کو یا اس کے فعل اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے مشابہ اور مماثل قرار دینا یہ شرک ہے۔

مثلاً اللہ تعالےٰ کی ذات لا بالقدرۃ ہے۔ اب مصنوع میں سے کسی کو لا بالقدرۃ ٹھہرانا یہ شرک ہے۔ اسی طرح اس کی صفات لا بالقدرۃ ہیں۔ اب مخلوق میں سے کسی کی حیات و علم کو لا بالقدرۃ ٹھہرانا یہ شرک ہے۔ اور ہمارا علم و قدرۃ و حیات و سمع و بصر و حکمت و رحمت سب بالقدرۃ ہیں۔ اور بالقدرۃ لا بالقدرۃ کے مشابہ اور مماثل ہوتا نہیں ہے اس

لئے جتنے بھی بندوں کے کمالات ہیں وہ سب کے سب بالقدرۃ ہونے کی وجہ سے لا بالقدرۃ کمالات کے مساوی برابر مماثل مثل نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا بالقدرۃ کمال والے اس ذات کے کہ جس کے کمالات لا بالقدرۃ ہیں مماثل اور شریک نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا وہ کمال جو قدرۃ الٰہی کا نتیجہ ہے۔ اگر اس کو صاحب کمال کی طرف نسبت کیا جائیگا تو یہ شرک نہیں ہوگا۔ کیونکہ صانع کا کمال اصلی ہے اور یہ کمال مصنوعی مخلوقی ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ حاضر و ناظر ہونا یہ نبیؐ کی صفت غیر مخلوقی ہے اور یہ نبی کی صفت ذاتی ہے کسی کا عطیہ نہیں ہے تو اس وقت یہ شرک ہوگا۔ مثلاً قلم سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ لکھ۔ اس نے کہا کیا لکھوں، کہا جو قیامت تک ہونے والا ہے وہ لکھ دے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قلم کو قیامت تک کی تفصیلی جزئیات کا علم تھا اور یہ شرک نہیں ہے کیونکہ عطیہ الٰہی ہے۔ خوب سمجھ لو کہ شرک اس وقت ہوگا جب مصنوع میں صانع کی ذات وصفات کے مشابہ ذات وصفات پیدا کردی جائیں گی۔ غور کرو۔

سوال :۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دینا بدعت ہے یا نہیں جبکہ آپؐ اس جہان سے تشریف لے گئے ہوں۔

جواب : بدعت نہیں ہے۔

جاننا چاہیئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے بعض دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ غیر حیؐ کا وسیلہ دُرست نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یستفتحون علی الذین کفروا یعنے ان یہودیوں کی حالت یہ ہے کہ کل کی بات ہے کہ خاتم النبیین کا وسیلہ دیکر دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ کافروں پر فتح اور غلبہ عنایت کر پھر جب خاتم النبیین جسے وہ خوب اچھی طرح پہچانتے آگیا تو انکار کر بیٹھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت موجود نہ تھے اور وسیلہ

اس وقت دیا جاتا تھا اور آپ کی غیر موجودگی کے اس وسیلہ کو اللہ تعالےٰ نے ناجائز نہیں قرار دیا۔ غور کرو۔

سوال :۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یا کہہ کر سلام پڑھنا بدعت ہے یا نہیں۔

جواب :۔ بدعت نہیں ہے۔ برابر نماز میں السلام علیک ایہا النبیؐ پڑھا جاتا ہے۔ ایہا النبیؐ یا ایہا النبیؐ ہے۔ جیسے توبوا الی اللہ ایہا المومنون یعنے اے مومنوں اللہ کی طرف رجوع کرو۔ نیز روضۂ اقدس پر برابر یا کہہ کر سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور جو چیز نماز میں پڑھی جاسکتی ہے۔ وہ بیرون نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ اور نیز جس طرح روضہ اطہر پر سے سلام سنا جاسکتا ہے اسی طرح دیگر مقامات پر سے بھی سُنا جاسکتا ہے۔ قرب و بُعد کا سوال اس عالم سے تعلق نہیں رکھتا۔

ہاں اس عالم مادی میں قرب و بعد کو سُننے نہ سُننے میں دخل ہے۔ اس کے علاوہ اکابرین حضرت شاہ عبد العزیزؒ اور حضرت شمس الدین تبریز رحمۃ نے یا کہہ کر پکارا ہے۔ یا صاحب الجمال و یا سیدالبشرؐ اور یا رسول اللہ کریمی ستیری وغیرہ۔

میں کہتا ہوں کہ اگر معدوم کی طرف خطاب ناجائز ہوگا تو عالم قدیم ہو جائے گا۔ کیونکہ عالم ازل سے معدوم تھا۔ پھر کن سے مخاطب ہوا۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل وغیرہ کو ان کے مرنے کے بعد یا ابوجہل ابن ہشام کہہ کر پکارا۔ لہٰذا یا کا لفظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں بھی صحیح ہے۔

سوال :۔ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے۔ ؟

جواب :۔ ہرگز نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قوموا الیٰ سیدکم اپنے سردار یعنی

Marfat.com

سید کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو پھر صلوٰۃ وسلام میں کھڑا ہونا کیسے شرک یا بدعت ہو سکتا ہے۔

سوال :۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال محال ہے کیا یہ کہنا بدعت ہے۔

جواب :۔ بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وخاتم النبیین ہے۔ نبوت آپؐ پر ختم ہو چکی اب اگر نبی واقع ہو گا تو یہ قول جھوٹا ہو جائے گا۔ اور اگر ممکن الوقوع ہو گا تو یہ قول ممکن الکذب ہو جائیگا اور پوری اُمت کا اجماع ہے کہ خداوند تعالےٰ پر کذب محال ہے۔ معتزلہ اور اہل سُنّت دونوں استحالہ کذب باری تعالےٰ پر متفق ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امکان کذب کی نقیض ضرورۃ صادق ہے اگر امکان کذب حق ہو گا تو ضرورۃ صدق باطل ہو جائے گا۔ یعنی اگر یہ بات حق ہے کہ اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ کاذب بالامکان ہے تو بے شک یہ بات ناحق اور باطل ہو گی کہ اللہ تعالےٰ صادق بالضرورۃ ہے اور کوئی فرقہ بھی جو اللہ تعالےٰ کو مانتا ہے یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالےٰ صادق بالضرورۃ نہیں ہے۔ من اصدق من اللہ قیلا۔ یعنے اللہ تعالےٰ اصدق القول ہے۔ صادق القول تو ہر کوئی ہو سکتا ہے۔ لیکن اصدق القول اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور یہ اصدقیت ہی ضرورۃ صدق ہے۔ اور ضرورۃ صدق ہی کے معنے یہ ہیں کہ کذب محال ہے۔ نیز وقوع کذب وقوع لعنت کو اور امکان کذب امکان لعنت کو مستلزم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کذب عدم مطابقت واقعے کا نام ہے۔ یعنی صدق وکذب میں واقعے کی مطابقت اور عدم مطابقت ملحوظ ہے اور یہ معنے مخلوقین اور کائنات کے لئے ہیں۔ خالق کائنات کے لئے یہ معنی نہیں ہیں۔ خالق کے صدق کے معنی یہ ہیں کہ واقعات اس کے قول کے تابع ہوں نہ کہ اس کا قول واقعے کے تابع ہو کیونکہ قول الحق حق کس کو کہتے ہیں اس کے قول کو جو وہ کہدے وہ حق ہے یہ نہیں ہے کہ اسکا قول حق کے تابع ہو بلکہ اسکے قول کے حق تابع ہو گا لہٰذا یہاں

کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جس وقت بھی وہ واقعے کے خلاف کہیگا وہ واقعہ ہو جائے گا۔ مثلاً آگ گرم ہے۔ یہ واقعہ ہے لیکن اگر اس نے کہا یا یا نار کونی برد تو اس وقت آگ ٹھنڈی ہو گی گرم ہونا محال ہے۔ اب اگر تو کہے کہ تعمیم قدرۃ باری تعالےٰ کذب کے امکان کو چاہتی ہے۔ میں کہتا ہوں ہرگز نہیں کیونکہ متعلق قدرۃ امکان ہے نہ واجب نہ متمنع اور کذب نقص ہونیکی وجہ سے امکاناً اور وقوعاً اللہ تعالےٰ کی صفت نہیں ہو سکتا۔ یعنی اللہ تعالےٰ ہر شئی پر قادر ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر ممکن پر قادر ہے اور واجب اور محال پر قدرۃ کا سوال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ واجب و محال لا بالقدرۃ ہے۔ اور لا بالقدرۃ کو کہنا کہ وہ بالقدرۃ ہے یا نہیں یہ جہالت ہے یعنی جو شئی لا بالقدرۃ ہے اسکو کہنا کہ آیا وہ بالقدرۃ ہے یا نہیں یہ صحیح نہیں ہے یہ تخلیط ہے چونکہ صدق باری تعالےٰ لا بالقدرۃ ہے۔ یعنی وہ صادق بالذات ہے۔ اس لئے قدرۃ کے تعلق کا سوال ہی یہاں نہیں پیدا ہو سکتا ہے اب اگر تو یہ کہے کہ بولو کیا کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ زید جمعہ کو فوت ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ زید کو جمعرات کو موت دے سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں دے سکتا تو قطعی عاجز ہو گیا۔ اگر دے سکتا ہے تو یہی معنی امکان کذب کے ہیں۔ میں کہوں گا کہ نہیں امکان کذب کے معنے یہ ہیں کہ جمعہ کو موت نہ آسکے۔ اور جمعہ کو موت نہ آئے۔ تو یہ وقوع کذب ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ محال ہے کہ جمعہ کو موت نہ آئے۔ جمعہ کو موت آنا واجب اور ضروری ہے۔ لہٰذا جمعہ کو موت نہ آنا محال ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ تینوں دن موت کا آنا فی نفسہ ممکن ہے۔ لیکن جب جمعہ کی موت کی خبر دی تو جمعہ کے دن فی نفسہ موت کا آنا ممکن تھا۔ لیکن اس خبر سے یہ موت واجب ہو گئی۔ اور جمعرات اور ہفتہ کی موت ممکن فی نفسہ رہتے ہوئے اس خبر کے بعد محال ہو گئی لہٰذا تعمیم قدرۃ امکان کذب کو نہیں چاہتی۔

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ انسان فی نفسہ ممکن ہے پتھر فی نفسہ ممکن ہے لیکن انسان کا

Marfat.com

پتھر ہونا محال اور نا ممکن ہے۔)

نیز اللہ تعالےٰ کا قول تعمیم قدرۃ کا ممکن الکذب ہونے کی تقدیر پر کیسے موجب استدلال ہوسکتا ہے۔ اب اگر تو یہ کہے کہ بعض قائلین کذب باری تعالےٰ نے یہ کہا ہے کہ صدق حمل مدح میں جب ہوتا ہے کہ جب کذب پر قادرۃ ہو اور اللہ تعالےٰ کا صدق حمل مدح میں ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ کذب پر قادر ہے تو میں کہوں گا کہ یہ جنون ہے۔ کیوں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات ہر وقت قابل حمد ہیں اور کذب صفت نقص ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ کی تنزیہ واجب ہے۔ اور اگر صفت کمال قابل حمد و مدح جب ہوگی جب اس صفت کی ضد پر قدرۃ ہو تو علم باری تعالےٰ قابل مدح جب ہوگا کہ جب وہ جہل پر قادر ہو۔ اور قدرۃ باری تعالےٰ قابل حمد و مدح جب ہوگی جب وہ عجز پر قادر ہو بلکہ ذات باری تعالےٰ قابل حمد و مدح جب ہوگی جب وہ اپنی ضد اور مثل اور نہ پر قادر ہو۔ اور یہ کفر و جنون کا مجموعہ ہے نیز ملائکہ مقربین قابل مدح ہیں اور وہ اپنے کمالات کے ترک پر قادر نہیں ہیں۔ نیز انبیاء اور ان کی نبوۃ اور رسالت پر قابل مدح ہیں اور وہ ترک نبوت و رسالت پر قادر نہیں ہیں نیز اگر کذب باری تعالےٰ ممکن ہوگا تو کذب رسول بدرجہ اولیٰ ممکن ہوجائیگا اور کذب جبریل اور اس وقت شرائع سے وثوق جاتا رہے گا۔

نیز حمد و مدح میں حسن و کمال شرط ہے قدرۃ شرط نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات بے قدرت ہے اس کی قدرۃ اس کا علم اس کی جملہ صفات بے قدرۃ ہیں یعنی کسی قدرت کا نتیجہ نہیں ہیں اور محمود بالذات ہیں۔ کیونکہ وہ سب کمال اور حسن ہیں۔ موتی اور جواہر نفیسہ سب قابل مدح ہیں اور یہاں نہ وہاں قدرۃ ہے ہی نہیں۔ اور اگر تو کہے کہ تارک زنا قادر زنا ہو تو قابل مدح ہے اور اگر قادر نہ ہو تو قابل مدح نہیں ہے میں کہوں گا

مخلوق کے فعل میں ہے۔ اور مخلوق کے فعل پر خالق کے فعل کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائکہ خالق کی صفت یعنی صدق کو مخلوق کی صفت یا فعل قیاس کیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ صدق لوازم کلام میں سے ہے۔ اور کلام الہٰی صفتِ الہٰی ہے۔ اور صفت الہٰی محمود بالذات ہے اور صفت الہٰی چونکہ بلا قدرت قادر ہے اس لئے وہ بالذات محمود ہے۔ وہاں خلاف صدق پر یعنی کذب پر قادر ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر بفرض محال صدق کو فعل الہٰی تصور بھی کر لیا جائے تو فعل الہٰی فعل مخلوقین پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ اللہ بغیر جرم سابق کے انسانوں اور حیوانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ (جیسے انبیاءؑ کو اور حیوانات کو جیسے قربانی کے جانوروں کو اور یہ فعل اللہ سے حسن ہے اور یہی فعل بندہ کرے تو اس سے قبیح ہے۔ قابل دم ہے۔ جاننا چاہیئے کہ معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرۃ کی تخصیص کی ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ ظلم و ستم اور دیگر قبائح پر قادر نہیں ہے اور نہ قدرۃ علی القبیح کے ساتھ متصف ہے۔ اہلِ سُنت نے قدرۃ کی تعمیم کی ہے ان میں سے بعض اہل سُنت امکان کذب کے قائل ہو گئے۔ اور اکثرت جو تقریباً کلیۃ ہے سب کے نزدیک کذب اور دیگر قبائح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف محال ہے اور سب کے سب استحالہ کذب باری تعالےٰ کے قائل ہیں۔ سوا بعض کے اور ان بعض نے ایک دلیل عجیب یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصریٰ المسیح ابن اللہ اور قالوا اللہ فقیر اور قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ تو جبکہ اللہ تعالےٰ قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ کہتا ہے تو بغیر قالوا کے ان اللہ ثالث ثلثہ بھی کہہ سکتا ہے۔ اور بغیر قالت الیہود کے عزیر ابن اللہ بھی کہہ سکتا ہے۔ اور بغیر قالت النصاریٰ کے صرف مسیح ابن اللہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ ان اللہ ثالث ثلثہ اور عزیز ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ یہ سب کلام جھوٹے ہیں۔ اور جھوٹے کلاموں کو وہ کہتا ہے

Marfat.com

بس یہی مع امکان کذب باری تعالےٰ کے ہیں. میں کہتا ہوں کہ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جب جھوٹوں کے جھوٹے قول نقل کرتا ہے تو وہ قول خود بھی کہہ سکتا ہے تو اب میں کہتا ہوں کہ نرشتوں نے کہا کہ قالوا لا علم لنا اور بغیر قال کے اللہ تعالےٰ لا علم لنا اس قائل کے نزدیک کہہ سکتا ہے حالانکہ لا علم لنا جن کا مقولہ ہے وہ اپنے اس مقولہ میں سچے ہیں قالا ربنا ظلمنا انفسنا بغیر قالا کے ربنا ظلمنا اس قائل کے نزدیک اللہ تعالےٰ کہہ سکتا ہے کہ ہم کو علم نہیں اے ہمارے پروردگار ہمنے ظلم کیا قالت رب انی ظلمت نفسی اللہ تعالےٰ کہہ سکتا ہے رب انی ظلمت نفسی قالو ربنا اغفر لنا بغیر قالو کے اللہ تعالےٰ کہہ سکتا ہے کہ اے ہمارے رب ہم کو بخش دے واذ قال ابراھیم رب ارنی تو اللہ کہہ سکتا ہے اے رب دکھا مجھکو قال رب ارنی انظر الیک ای رب دکھا مجھکو میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں قال رب لما اغوتنی بغیر قال اللہ تعالےٰ کہہ سکتا ہے کہ اے میرے رب تو نے تو میرا اغوا کیا ہی ہے۔ حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم ظالم ہیں۔ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہمارا رب ہے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اغوا شدہ ہیں۔ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ جاننا چاہیئے کہ یہ قول جنون اور کفر کا مجموعہ ہے یعنے اللہ تعالےٰ کا یہ کہنا کہ تمام نقائص اور عیوب اور غلط باتیں ہم کہہ سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مجنون یہ نہ سمجھا کہ ممکن اس کو کہتے ہیں اگر اس ممکن کو واقع فرض کیا جائے تو محال لازم آئے اب اگر اللہ تعالےٰ کا یہ کہنا ممکن ہو کہ ہم لا علم ہیں ہمکو علم نہیں۔ ہم نے ظلم کیا ہے ہم نے اطاعت کی ہمارا رب ہے۔ ہم صاحب اولاد ہیں۔ ہم فقیر ہیں۔ مسیح ہمارا بیٹا ہے عزیر ہمارا بیٹا ہے۔ کون خاکستر ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ اے ہمارے رب الغرض جملہ لغو باتیں اور جملہ کفریات کا کہنا اگر اللہ تعالےٰ کے لئے ممکن ہوگا اور اس ممکن کو فرض کیا جائے

Marfat.com

ان ممکنات کو واقعے فرض کیا جائیگا تو کتنے عظیم ترین محالات لازم آئیں گے اور ساری شریعت سارا دین ساری عقل سب اس مجنون کی رائے پر ماری جائیگی۔ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ اگر واقعات ان کی رائے کے تابع ہو جائیں گے۔ تو نظام سماوی وارضی و درمیانی سب درہم برہم ہو جائے گا۔ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن فی نفسہ ممکن ہے۔ اور ممکن اوصاف و فضائل خواہ حسن ہوں خواہ قبیح سب ممکن ہیں اور کسی شی کا ممکن ہونا یہ نہیں چاہتا کہ اس ممکن کی دوسری شئ کی طرف نسبت بھی ممکن ہو۔ مثلاً حرکت فی نفسہ ممکن ہے اور سکون فی نفسہ ممکن ہے۔

لیکن حرکت کی نسبت سکون کی یا سکون کی نسبت حرکت کی طرف یہ ممکن نہیں ہے ہوگی اور جو شی مقسم ہی نہیں ہے۔ محصور ہی نہیں ہے قابل قسمت ہی نہیں وہ مقسم ہونے کے قابل ہی نہیں۔ اس کی نہ قسمیں ہوں گی نہ اس کی تقسیم ہوگی۔ نہ اس کی تشقیق ہوگی چونکہ ممکن وجود و عدم میں مذبذب ہے۔ اس لئے ممکن مقسم ہوگا اور قابل تقسیم اور قابل تشقیق ہوگا اور کہا جائے گا کہ ممکن یا موجود ہے یا معدوم ہے اور موجود و معدوم مقسم یعنے ممکن کی دو قسمیں ہو جائیں گی اور یہاں حصر عقلی صحیح ہوگا۔ اور واجب الوجود جلت عظمتہ چونکہ خالق حصر ہے اس لئے وہ محصور اور مقسم نہیں ہوگا یعنے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واجب الوجود یا موجود ہے یا معدوم کیوں کہ واجب تو اس کو کہتے ہیں کہ جو موجود ہی موجود ہو جس میں عدم کی صلاحیت ہی نہ ہو تو یہاں یہ حصر عقلی صحیح نہیں ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ موجود یا موجود نہیں ہے اس لئے کہ اس سوال کے معنے یہ ہوں گے کہ موجود موجود ہے یا موجود نہیں ہے اور یہ لغو سوال ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ عالم ہے یا عالم نہیں ہے۔ یہ حصر صحیح نہیں ہے نہ ہے۔

Marfat.com

کیونکہ اللہ تعالےٰ عالم بالذات ہے۔ جہل کی اس میں صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اس لئے وہ عالم ہی عالم ہے تو اس وقت اس حصر عقلی اور اس کے یہ معنے ہوں گے کہ عالم عالم ہے یا نہیں اور یہ لغو اور غلط بیہودہ بات ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ قادر ہے یا قادر نہیں ہے یہ سوال یہ حصر بیہودہ لغو اور غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ قادر ہی قادر ہے۔ اور اس میں عجز کی صلاحیت ہی نہیں ہے اس لئے یہاں تشقیق اور حصر صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ قادر ہی ہے۔ اور اس وقت اس کے معنے یہ ہوں گے کہ قادر ہی قادر ہے۔ یا قادر نہیں ہے اور یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا اس سارے بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ سوال کے اللہ تعالےٰ قادر ہے یا قادر نہیں ہے۔ یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ نہ یہ جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالےٰ کذب بلکہ محال ہے اور جب کہ ایک ممکن کی دوسرے ممکن کی طرف نسبت محال ہو سکتی ہے۔ یعنی محال ہے کہ حرکت سکون ہو یا سکون حرکت ہو تو ممکن نسبت واجب کی طرف بدرجہ اولیٰ محال یعنی محال ہے کہ ممکن واجب ہو محال ہے کہ مخلوق خالق ہو۔ اس لئے کذب و ظلم اور دیگر چونکہ ممکن کے اوصاف ذمیمہ ہیں اس لئے ان کی نسبت واجب کی طرف محال ہے۔ بلکہ ممکن اوصاف حمیدہ کی بھی نسبت واجب کی طرف محال ہے۔ تو شی کا فی نفسہ ممکن ہونا یہ نہیں کہ اس کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ممکن ہو۔ بلکہ یہ نسبت محال ہے۔ لہٰذا کذب کے فی نفسہ ممکن ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کذب کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ممکن ہو جس طرح کے ممکن ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عدم کی اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت ممکن ہو جس عجز اور بیماری اور موت وغیرہ کے ممکن ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تمام اشیاء کی باری تعالےٰ کی طرف ممکن ہو بلکہ تمام ممکنات اور ان کے اوصاف رزیلہ یا حمیدہ سے چونکہ ممکن ہیں ان کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف محال ہے۔ غور کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بولو کیا کہتے ہو اللہ تعالےٰ کذب پر یعنے کذب بولنے پر قادر ہے یا نہیں ہے۔ یہ حصر عقلی ہے اور حصر عقلی پر حکما اور متکلمین بلکہ تمام عالم کا اجماع ہے اب اگر یہ جواب دوگے کہ قادر ہے تو قطعی کذب مقدور اور ممکن ہو گیا یعنے قطعی جھوٹ بولنا ممکن ہو گیا۔ اب اگر یہ جواب دوگے کہ اللہ تعالےٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں تو قطعی اللہ تعالےٰ عاجز ہو گیا کیونکہ قادر نہ ہونا عاجز ہی ہونا ہے۔ یعنی قادرۃ و عجز محل صالح ہیں نقیضین کے حکم میں ہیں یعنی جس کی شان سے قدرۃ ہو اور وہ قادر نہ ہو کسی شی پر تو قطعی وہ عاجز ہے۔ تو میں کہوں گا یہی وہ گمراہی ہے جس میں حکماء اور متکلمین دونوں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ شئی جو مقدور ہے۔ یعنی مقسم وہ ایسے اقسام میں منقسم ہوگی اور مقدور اور ظلم اور دیگر قبائح پر قادر ہے نہ یہ جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالےٰ قادر نہیں ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ سوال صحیح نہیں اور بھیدا اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کسی قدرۃ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ اس کی ذات و صفات بلا قدرۃ ہیں۔ اور بلا قدرۃ کے لئے یہ کہنا کہ کیا بلا قدرۃ شئی بالقدرۃ ہے یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ یعنی متعلق قدرۃ نہ قادر ہے نہ قدرۃ بلکہ غیر قادر و قدرۃ ہے۔ غور کرو۔

قارئین کرام۔ یہ مضمون سنت علامہ محمد ایوب صاحبؒ نے خود اپنی قلم سے تحریر فرمایا ہے۔

Marfat.com

فاسق وفاجر کے پیچھے نماز جائز ہے

ایک ولی ایک فاسق وفاجر سے اتنا بڑھیا نہیں ہے جتنے حضرت محمدؐ حضرت ابوبکرؓ سے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر تجزیہ کیا جائے تو کوئی جز نبوت کا ایسا نہیں ہے کہ وہ آخر میں آکر صدیق بن جائے اور اگر بڑے سے بڑے متقی اور ولی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو آخر میں آکر کہیں نہ کہیں وہ فاسق سے مل جائے گا۔ اور نہیں تو کلمہ لاالٰہ اللہ میں ایمان میں فاسق سے متحد ہو جائے گا۔ اور یہ فاسق ترقی کر کے متقی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس متقی سے اوپر بھی جا سکتا ہے اور اگر متقی تنزل کرے تو فاسق بن جائے گا۔ لیکن نبی کم سے کم درجہ میں بھی ابوبکر صدیق نہیں بن سکتا۔ اور حضرت ابوبکر یا حضرت علی کے مدارج کا کتنا بھی اضافہ کیا جائے وہ کسی وقت بھی نبوت تک نہیں پہنچ سکتے۔ نبیؐ حضرت ابوبکر سے بہت زیادہ بہتر ہیں بمقابلہ اس کے جو ایک بہت بڑا ولی۔ ایک بہت بڑے فاسق کے مقابلے میں ہے۔ اتنے بہتر آدمی یعنی نبیؐ نے جب حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ لی تو اگر ایک متقی کسی فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لے۔ تو کیا ہرج نبی کے مقابلے میں حضرت ابوبکر بہت گھٹیا ہیں۔ بمقابلہ اس کے کہ ولی کے مقا

Marfat.com

میں فاسق ہے. حضرت محمدؐ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے دو مرتبہ نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے پڑھی. اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر جلیل القدر صحابہ نے حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھی اور پوری قوم اس پر متفق ہے کہ حجاج فاسق الفساق یعنی فاسق ہی نہیں بلکہ بہت بڑا فاسق تھا. تو صحابہ نے فاسق کے پیچھے نماز پڑھی. اس کے علاوہ حضرت عثمان کو جب باغیوں نے گھیر لیا تھا تو لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے پوچھا تو حضرت عثمان نے ان کو اجازت دے دی کہ جاؤ ان کے پیچھے جس نیک کام کے لئے تم کو بلاتے ہیں. تو خلافت برحق پر جن لوگوں نے خروج کیا ان سے زیادہ باغی کون ہوگا. لیکن خلیفہ وقت نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی. اب رہا امام جہاد تو اس میں کوئی شرط نہیں جس میں نظم اور انتظام کی صلاحیت ہو. وہ امام جہاد بن سکتا ہے. اگر نیک بھی ہو تو بہت اچھا ہے. ورنہ امام بن سکتا ہے. امام جہاد اور امام کمار میں یہ شرط نہیں ہے ہاں ہدایت میں اتقا میں ولایت میں یہ شرط ہے. وہ اس حکم میں آجائے گا کہ دوسروں کو تو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو. تَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ اور تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو. وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ اور تم بہت بے عقل ہو. أَفَلَا تَعْقِلُونَ فاسق اگر دین کی بات کہتا ہے تو اسے مان لینا چاہیئے اور اگر دین کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو نہ مانئے. اگر کوئی غلط راستہ پر جا رہا ہے اور آپ کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے تو آپ اس کو مان لیجئے اس میں کیا حرج ہے. اگر کوئی غلط راستہ

Marfat.com

پر چل رہا ہے تو اس کی سیدھی بات بھی نہیں ماننی چاہیئے یہ ٹھیک نہیں ہے
ہاں اگر وہ کچھ ادعیٰ کر رہا ہے اور خلاف شرع کچھ باتیں بتا رہا ہے تو اس کی پرواہ
نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں بڑے بڑے علماء اکٹھا ہوتے تھے
ہم بھی وہاں رات کو دس دس گیارہ گیارہ بجے تک بیٹھتے تھے وہاں مولوی عبدالسلام
صاحب نے یہ مسئلہ چھڑ دیا کہ ایک حدیث شریف ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے
کہ زنا کرے اور اس سے ایمان نہ ہٹ جائے یا چوری کرے اور اس سے ایمان
نہ ہٹ جائے۔ یعنی علم صحیح سے عمل جدا نہیں ہوتا۔ یہ اہل شریعت کے یہاں
سب جگہ رائج ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ مولوی صاحب بات مشہور ہو گئی ہے
صحیح نہیں ہے۔ غلط ہے۔ عمل سے تو ہمارا تعلق نہیں مسئلہ کی تحقیق کرنا ہمارا کام
ہے۔ تمام حکماء اور علماء کے یہاں یہ مشہور ہو گیا ہے۔ ہمارے یہاں بھی یہی ہے
یہ بات مفتی کفایت اللہ اور تمام علماء فتح پوری وغیرہ تک بھی پہنچی اور اس
کی بڑی تشہیر کی۔ میں نے کہا کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر علم صحیح
سے عمل جدا نہیں ہوگا۔ تو علم صحیح اللہ پاک سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ تو
اللہ تعالیٰ کا عمل بھی قدیم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا علم قدیم ہے تو عالم قدیم ہو جائے
گا۔ بالکل نئی بات ہے۔ مولوی صاحب چپکے ہو گئے کہ چلو مفتی صاحب سے پوچھیں
میں نے کہا کہ آپ سب سے پوچھ لیجئے۔ عالم اللہ تعالیٰ کا عمل ہے اور حادث
اور اللہ تعالیٰ کو صحیح علم ہے اور ازلی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا عمل اس کے علم
جدا ہو گیا۔ سوال۔ کیا علم صحیح کے خلاف بھی عمل ہو سکتا ہے۔؟

جواب :۔ کیوں نہیں۔ اس کو صحیح علم ہے کہ ابوجہل ایمان نہیں لائے گا

اور برابر کہہ رہا ہے کہ ایمان لا موسیٰؑ سے کہا کہ تم جاؤ فرعون کے پاس اور فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَيِّنًا لَّعَلَّهٗ اس سے نرم کلامی سے پیش آنا. سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى شاید کہ وہ نصیحت پکڑے اور اللہ کے عذاب سے ڈرے۔ ان سے تو ادھر یہ کہا اور ادھر کہا کہ میں اس کے دل میں ایسی سختی پیدا کردوں گا کہ وہ ایمان نہیں لائے گا. تقدیر کے جتنے مسائل ہیں۔ ان میں یہی ہے عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ، تٰٓئِبٰتٍ، عٰبِدٰتٍ، سٰٓئِحٰتٍ، ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا بالقرآن بالحدیث بالاجماع۔ موجودہ احیاۃ المومنین دنیا کی سب عورتوں سے بہتر ہیں. لیکن ان سے اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر یہ تم کو طلاق دے دیں تو ان کو تم سے زیادہ طیب مومن اور باکرہ وغیرہ خوبیوں والی بیویاں دے دوں گا. حالانکہ وہ خوب جانتے ہے کہ ان سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے اور یہ طلاق دینے کے نہیں. لیکن اس کے باوجود ان سے اس کے خلاف کہہ دیا. وہ قادر ہے. وہ ہر شے پر قادر ہے اس مجلس میں بھیا احسان میرٹھ والے بھی موجود تھے. کہنے لگے عقلی دلیل تو ہوگئی پوری. مگر یہ شرعی دلیل نہیں ہے. میں نے کہا کہ سارا قرآن بھرا ہوا ہے. شرعی دلیل بھی موجود ہے. يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وہ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے. یہودی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے. بلکہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس کے باوجود وہ کہتے تھے کہ یہ خدا کا کلام ہے. یہاں بڑا مغالطہ ہوا ہے کہ علم سے عمل جدا نہیں ہوتا اصل بات یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے عمل جدا نہیں ہوتا. اور ارادہ جازم جب ہوگا جب علم صحیح ہوگا. اس وجہ سے دھوکا لگا ہے

Marfat.com

اصل میں ارادہ سے مراد جدا نہیں ہے۔ آپ کو یہ صحیح علم ہے کہ یہ شے گندی ہے۔ تو آپ اس کو کھالیں گے یا نہیں۔ آپ اس کے کھا لینے پر قطعی قادر ہیں۔ ہر شرابی یہ جانتا ہے کہ شراب بری چیز ہے۔ گندی اور حرام ہے۔ اپنی اولاد کو اس سے بچاتا ہے۔ لیکن خود پیتا ہے۔ تو علم سے عمل جدا ہوتا ہے۔ اور ہو جاتا ہے۔ لیکن ارادہ اگر پختہ ہو تو عمل اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ ارادہ کی پختگی میں علم ضرور مدد کرتا ہے۔ عام طور پر یہ ہے کہ ذی علم جو ہوگا وہ جانے گا کہ اس میں یہ نقصان ہے یہ مضرت ہے تو اس سے بچے گا۔ مگر عقلی طور پر علم سے عمل جدا ہو سکتا ہے۔

یہاں ایک بار یک بات ہے اسے سمجھ لیں وہ علم جس سے عمل جدا نہیں ہوتا۔ وہ اور علم ہے اور یہ جو رائج علم ہے یہ اور ہے آپ دیکھئے کہ اسباب موت جو ہیں۔ ان کے متعلق صحیح علم ہے کہ یہ موت تک پہنچا دیں گے۔ زہر، سنکھیا وغیرہ ایسی مہلک چیز کو استعمال نہیں کرے گا۔ لیکن موت جو اتنی یقینی چیز ہے اس سے کتنا غافل ہے۔ اس کا امکان ہے کہ زہر کھالے اور بچ جائے نہ مرے۔ لیکن موت یقینی اور یقینی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے اور مہلک چیزوں میں شبہ ہے تو شبہ کی چیزوں سے بچتا ہے اور یقینی شے سے غافل رہتا ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے۔ اگر کوئی نفع کا سودا ہے آپ کو ذرا بھی اس میں نقصان کا شبہ ہو جائے تو اس سودے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن موت کا آنا یقینی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اس سے نہیں ڈرتے۔ تو وہ علم جو ہے۔ وہ اصل میں حالی علم ہے۔ جب حالی علم

Marfat.com

ہے تو اس سے عمل عموماً جدا نہیں ہوتا۔ اور یہ جو قالی علم ہوتا ہے۔ یہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ اس سے عمل جدا ہو جاتا ہے۔ یقین کا فرق ہے۔ یقین سے نیچے کی جتنی چیزیں ہیں۔ ان میں سب میں شبہہ رہتا ہے اور جب یقین ہو جاتا ہے خواہ وہ حس سے ہو خواہ عقل سے ہو خواہ خبر صحیح سے ہو۔ جتنے ذرائع یقین کے ہیں کسی ذریعہ سے بھی یقین ہو جائے تو عمل جدا نہیں ہوگا۔ یقین میں اور ایمان میں کمزوری ضرور ہوگی۔ لیکن اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ وہ علم جس سے عمل جدا نہیں ہوتا وہ علم دراصل علم الیقین نہیں ہوتا۔ وہ یا عین الیقین ہوتا ہے۔ یا حق الیقین ہوتا ہے۔ علم الیقین میں شبہہ کا ذرا بہت شائبہ ہے۔ مثلاً دھواں ہے۔ اس میں یہ شائبہ موجود ہے کہ وہاں آگ نہ ہو جہاں دھواں نکلے گا۔ عام طور پر وہاں یہی سمجھا جائے گا کہ آگ ہے۔ دھواں آگ ہونے کی دلیل ہے۔ ہر انسان اور جتنے جانور ہیں سب چبانے میں نیچے کا جبڑا ہلاتے ہیں تو استقرائی نتیجہ یہ نکلا کہ چبانے میں نیچے کا جبڑا ہلتا ہے۔ لیکن مگرمچھ اوپر کا جبڑا ہلاتا ہے تو یہ استثنے نکل آیا اور یہ عینی مشاہدہ قوی نکل آیا۔ اس عینی مشاہدہ کے بعد یہ استقرائی یقین کہ ہر حیوان نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے۔ جاتا رہا۔ اسی طرح ایمان کو دیکھا جائے کہ اسباب یقین کیا ہے، استقرائی ہے۔ عینی مشاہدہ جس یقین میں استقرائی علامات ہیں وہ کہیں نہ کہیں جا کے غلطی کر جائے گا اور اگر عینی مشاہدہ ہے تو وہ عین الیقین ہے۔ اس میں شبہہ کی گنجائش نہیں۔ اگر آگ کو سامنے دیکھ لے گا۔ تو اس میں کوئی شبہہ ہی نہیں رہے گا۔ اگر آگ کو مس کر لے اور اس کا چرکا لگے اور اس سے تکلیف ہو تو یہ جو آگ کا یقین ہوا ہے۔ وہ حق الیقین ہے۔ اگر انگارہ کو دیکھ کر سمجھا ہے

تو یہ عین الیقین ہے اور اگر دھواں دیکھ کر سمجھا ہے تو یہ علم الیقین ہے. یہ تین قسم کے یقین ہیں تو حق الیقین اور عین الیقین میں تو علم سے عمل جدا ہو ہی نہیں سکتا اور علم الیقین میں امکان ہے کیونکہ بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ دھواں ہے اور آگ نہیں. لوگ کہتے ہیں کہ جب برف سے دھواں نکلے تو بارش آئے گی۔ ایک قصہ یاد آیا کہ تاج محل آگرہ کا جو بڑا دروازہ ہے. اس کے پاس ایک گڑھا ہے. اس میں اس زمانے کے انجینیروں نے یہ انتظام رکھا تھا کہ اس سے دریا کا پانی کھینچتا تھا اور فوارے خود بخود چھوٹنے لگتے تھے. تو انگریزوں نے اسے کھود کر تحقیق کرنا چاہی تو اس فن کا جاننے والا ایک انجینیر اس وقت موجود تھا. اس نے ان کو منع کیا کہ تم اس کو کھو لوگے. تو یہ تباہ ہو جائے گا. لیکن میں ایک لاکھ روپیہ لوں گا اور ٹھیک کر دوں گا. انگریز نہ مانے اس کو کھول دیا تو اس میں سے ایک دھواں سا نکلا. ایک لاکھ انگریز دینے کو تیار نہیں ہوا. وہ اب تک ویسا ہی پڑا ہے۔ بڑے انجینیر اس کو معلوم بھی نہ کر سکے کہ یہ کیا تھا. دھوئیں پر یہ قصہ یاد آگیا کہ بغیر آگ کے بھی دھواں ممکن ہے. ایک اور واقعہ خواجہ نصیر الدین طوسی کا ہے کہ جنگل میں کسی جگہ خیمہ لگائے اپنے کام میں مصروف تھے کہ قریب گاؤں سے ایک بڑھیا آئی اس نے جب ان سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں اپنا کام کر رہا ہوں بڑھیا نے کہا کہ بیٹا یہاں سے اپنا سامان اور خیمہ ہٹا لے یہ جگہ نشیبی ہے. بارش ہونے والی ہے سارا پانی یہاں سے بہے گا! اور یہ تیرا سب سامان کتابیں بہہ جائیں گی. اس نے اضطراب میں آلات نکالے اور دیکھا کہیں بارش کے آثار نہیں پائے. یہ سوچ کر کہ بڑھیا بک رہی ہے اپنے کام میں مشغول ہو گیا. رات کو جب وہ سو رہا تھا. نصف شب

Marfat.com

بارش تیز شروع ہوئی کئی گھنٹہ مسلسل برستی رہی اور اس کا سب سامان بہہ گیا۔ صبح بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ تو نے میرا کہنا نہیں مانا آخر پریشان ہوا۔ اور نقصان اٹھایا۔ اس نے کہا کہ خیر یہ تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ مگر تو یہ تو بتا دے کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ بارش آنے والی ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارا ایک بلا ہے۔ وہ اگلے پیروں سے خاک اڑاتا ہے۔ مگر جب بارش ہونے والی ہوتی ہے تو پچھلے پیروں سے خاک اڑاتا ہے۔ کل اس نے ایسا ہی کیا تو میں سمجھ گئی کہ بارش آنے والی ہے۔۔ یہ سنکر طوسی کو بڑا تعجب ہوا کہ جانور آلات سے بھی زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ یہ خیر پرانی بات ہے ابھی کی بات ہے۔ یہ مسٹر آصف علی بیرسٹر تھے۔ اب ان کا انتقال ہو گیا یہ کچھ لادینی خیالات کے آدمی تھے۔ ان کی حالت چاند کی تین تاریخ کو بڑی خراب ہو جاتی تھی۔ تیسری تاریخ کا چاند نہیں دیکھتے تھے۔ جب ان سے پوچھا تو بتایا کہ میری اماں نے منع کیا تھا کہ تیسری تاریخ کا چاند نہ دیکھنا۔ ورنہ تم پر کوئی مصیبت آجائے گی تو جب سے میری یہ کیفیت ہے اس قسم کی باتیں ہو جاتی ہیں۔ ایسی علامتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض وقت ہو جاتی ہے۔ کوئی بات تو ان اسباب کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ اور اگر نہیں ہوتیں تو ان کو اتفاقات پر محمول کر لیتے ہیں۔ یہ قلبی قوت پر منحصر ہے۔ اگر پختہ یقین کر لیا ہے تو وہ بات عموماً ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

یہودیوں پر ذلت کی حالت

سوال :۔ یہودیوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ہمیشہ ذلت میں رہیں گے اور کبھی ان کی سلطنت قائم نہیں ہوگی۔ پھر یہ اسرائیل کی سلطنت کیسے قائم ہوگئی۔؟

جواب :۔ ایک امام صاحب بندر روڈ کی مسجد میں امام تھے ان کا اب انتقال ہوگیا۔ انھوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک طالب علم نے مولوی شبیر صاحب کو خط لکھا اور یہ سوال پوچھا مگر انھوں نے جواب نہیں دیا تو وہ شخص مرتد ہوگیا اصل میں یہاں لوگوں کو مغالطہ ہوگیا ہے۔ غور نہیں کیا۔ یہ بات کہ اسرائیل کی سلطنت کبھی قائم نہیں ہوگی۔ یہ اکثر واعظ بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ تو بہت صاف ہیں۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ أَيْنَمَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ان پر ذلت مسلط کردی گئی جہاں بھی کہیں ہوں۔ لیکن وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے وہ اللہ سے یا لوگوں سے کوئی معاہدہ کرلیں۔ حبل کے معنی وعدہ یا عہد انھوں نے برطانیہ اور امریکہ سے عہد کرلیا ہے۔ یہ غلط ہے کہ ان کی نہیں ہوگی۔ قرآن میں تو اس طرف اشارہ ہے۔ بلکہ صراحت ہے کہ اگ

Marfat.com

اللہ سے یا کسی دیگر قوم یا ملک سے معاہدہ کرلیں تو ذلت سے مستثنیٰ ہوں گے ہٹلر نے جب ان یہودیوں کو جرمنی سے نکال دیا تو یہ جتنے صناع تھے. یہودی آلات حرب بنانے میں سائنس میں بہت ماہر تھے. تو انھوں نے امریکہ سے معاہدہ کرلیا کہ ہم تم کو یہ ایٹم بم وغیرہ بنانے کا راز بتادیں گے تم ہمارے لئے ایک وطن کا انتظام کرو. یہ بات ایک بہت معتبر سرکاری آدمی نے مجھے بتائی تھی امریکہ نے یہ شرط منظور کرلی تو یہودیوں نے وہ نسخہ ان کو بتادیا. وہ ایٹم بم امریکہ نے جاپان میں پھینکا تھا. ایک شہر کا شہر تباہ ہوگیا تھا. یہ اس زمانے کا ذکر ہے. تو یہ معاہدہ ہی ہوا مفسرین نے کچھ اس طرف توجہ نہیں فرمائی ۔ ورنہ الفاظ بہت صاف ہیں.

سوال. اگر قیامت تک یہ معاہدہ قائم رہا تو کیا یہ حکومت قیامت تک رہے گی۔

جواب. بیشک اگر ایسا ہوا تو قیامت تک رہے گی. اللہ کا کلام تو سچا ہے. اور اگر یہ معاہدہ جلد ختم ہوگیا تو یہ حکومت بھی جلد ہی ختم ہو جائیگی بات بحث سے خارج ہے. جو اصل سوال تھا. اس کا جواب میں نے دے دیا کہ ان کی یہ ذلیل و رسوا کن عادتیں ان میں ہیں سود خواری اور بخل وغیرہ گو ظاہر وہ بہت مالدار ہیں. لیکن وہ اس مال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جو حال دیکھ کر آئے ہیں. انھوں نے بتایا ہے. مجھے کہ ان کی ذاتی زندگی بڑی خراب ہے کہ اگر آپ دیکھیں یا سنیں تو آپ کو بڑی کراہت ہو ہمارے یہاں کے مسکین اور فقیر جو ہیں ان کی زندگی ان سے بہتر ہے.

سوال۔ کافر کسے کہتے ہیں۔

جواب :۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ تو ہے مومن اور اس کے علاوہ جو بھی ہے۔ وہ کافر ہے۔ تمام علمائے اسلام ۷۲ کے ۷۲ فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کلمہ توحید ہے۔ شریعت میں اس پورے کلمہ کا نام کلمہ توحید رکھا حالانکہ توحید صرف لا الٰہ الا اللہ ہے اور محمد رسول اللہ یہ کلمہ رسالت ہے۔ لیکن سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ پورا کلمہ کلمہ توحید ہے تو پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ کلمہ توحید کیا ہے۔ پھر یہ سمجھیں کہ کلمہ رسالت کیا ہے پھر ان دونوں کا جوڑ کیا ہے۔ ورنہ ایمان کے لئے فقط محمد الرسول اللہ کافی ہے کیونکہ اس میں اللہ کا لفظ بھی شامل ہے۔

لا الٰہ الا اللہ کے معنی سمجھنے کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ الٰہ کسے کہتے ہیں یعنی معبود کسے کہتے ہیں اور معبود کے معنی جب سمجھ میں آئیں گے۔ جب عبادت کے معنی سمجھ میں آئیں گے۔ تو پہلے عبادت کے معنی سمجھ لینے چاہئیں کہ عبادت کیا چیز ہے۔؟

بڑے بڑے علماء اور ائمہ نے عبادت کے معنی بیان فرمائے ہیں جو مستند محقق علماء ہیں۔ انہوں نے عبادت کے معنی غایت تعظیم کے فرمائے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ غلط ہیں۔ کیونکہ غایت تعظیم ہی کے فرع ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعظیم تو یہاں تمام غیر اللہ ہوتی ہے۔ انبیاء کی تعظیم ہوتی ہے اولیاء کی ہوتی ہے۔ ماں باپ کی تعظیم ہے۔ پیروں کی تعظیم ہوتی ہے۔ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کی تعظیم

Marfat.com

ہے. اگر ظاہر عمل کو بھی لیا جائے. تو وہ بھی یہاں ہوتا ہے ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں. جھکتے ہیں. تو غایت تعظیم اگر عبادت ہوگی. تو غیر اللہ اس میں شامل ہو جائے گا.

بعض ائمہ نے یہ فرمایا کہ جس فعل کے کرنے سے خدا راضی ہو وہ فعل عبادت ہے. لیکن یہ بات بھی صحیح نہیں ہے. کیونکہ اللہ پاک جس طرح عبادت سے خوش ہوتا ہے. اسی طرح معاملہ کی درستی سے بھی خوش ہوتا ہے پورا ناپنے سے پورا تولنے سے سچ بولنے سے بھی اللہ تبارک تعالےٰ اتنا ہی خوش ہوتا ہے. جتنا جمعہ کی نماز سے بلکہ جمعہ کی نماز اگر آپ کی قضا ہو جائے اور آپ توبہ کریں تو اللہ تعالےٰ اس کو معاف فرما دے گا. لیکن اگر کسی کے روپے آپ کے ذمہ ہیں اور وہ آپ نے ادا نہیں کئے تو وہ ناقابل معافی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکی نہیں ہوگی یا کم ہوگی تو اس کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے یا صاحب معاملہ اس کو معاف کر دے. اس وجہ سے فقہا نے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں. حق اللہ اور حق العباد ایک کا نام عبادات دوسرے کا نام معاملات تو اگر عبادت وہ فعل ہوگا جس سے اللہ راضی ہو تو تمام معاملات بھی عبادت ہو جائیں گے.

بعض بڑے بڑے آئمہ کی کتاب میں میں نے دیکھا کہ عبادت کے معنی اطاعت کے ہیں. لیکن یہ معنی بالکل ہی غلط ہیں. کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا من یطع الرسولؐ فقد اطاع اللہ جس نے رسولؐ کی اطاعت کرلی. وہ اللہ کی

Marfat.com

اطاعت سے بے نیاز ہوگیا۔ خدا کی اطاعت وہی ہے جو رسولؐ کی اطاعت ہے۔ لیکن رسولؐ کی عبادت اللہ کی عبادت نہیں ہے۔ وہ کفر ہے۔ شرک ہے تو معلوم ہوا کہ اطاعت عبادت نہیں ہے اور ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ اطاعت کہتے ہیں جو حکم دیا جائے اس حکم کو بجالانا۔ تو اطاعت حکم کی فرع ہوئی تو بتوں نے کوئی حکم نہیں دیا کہ ہماری عبادت کرو۔ مسیحؑ نے کوئی حکم نہیں دیا کہ میری عبادت کرو۔ جتنے بھی معبودان باطل ہیں ان میں سے کسی نے بھی حکم نہیں دیا کہ ہماری عبادت کرو۔ تو کسی کے حکم کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے۔ ایک جماعت نے یہ فرمایا ہے کہ عبادت کے معنی غایت تذلل کے ہیں۔ انتہائی عاجزی اور ذلت اپنی ظاہر کرنا کسی کے سامنے۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح غیر اللہ کی غایت تعظیم ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کے سامنے انتہائی عجز و انکساری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور معنی مجھے یاد نہیں آرہے ہیں۔ اس وقت تک بہرحال جتنے معنی بھی بیان کئے گئے ہیں صحیح نہیں ہیں ناقص ہیں۔ اور ایک نکتہ کی بات ہے کہ آدمؑ کو جو سجدہ تھا۔ وہ سجدہ عبادت نہیں تھا۔ سجدہ تعظیم تھا۔ عام علماء اس پر متفق ہیں تمام مسلمان فقہا محققین اور غیر محققین سب اس بات پر متفق ہیں۔ تو یہاں سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیم میں فرق کر رہے ہیں اور وہاں عبادت کو تعظیم بتاتے ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ بات بھی غلط ہے کہ یہ سجدۂ تعظیم تھا۔ یہ سجدۂ تعظیم کی بنا پر کرایا گیا یہ بات غلط ہے۔ آدم کو معظم بنانا تھا۔ اس لئے سجدہ کرایا گیا یہ اصول ہی غلط ہے۔ یہ تو اصول شیطانی ہے اسی لئے تو وہ راندہ درگاہ کیا گیا۔ اس نے یہی کہا تھا کہ میں معظم ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر عظمت وجہ ہوگی سجدہ کی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ
ت معظم ہے تو چاہیئے کہ اللہ پاک دائماً مسجود ہو۔ ازل سے ابد تک مسجود
اچاہیئے۔ لیکن ازل میں وہ معظم تو ہے۔ مگر مسجود نہیں ہے۔ نیز وہ اوقات
وہ میں طلوع اور غروب اور زوال کے وقت بھی معظم ہے۔ لیکن ان اوقات
سجدہ روا نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سجدہ کی علت عظمت نہیں ہے جب
اکے یہاں یہ علت ثابت نہیں ہے تو غیر خدا میں کیسے ہو سکتی ہے۔ بلکہ سجدہ
علت امر ہے۔ اذ امرتک، جب میں نے تجھے حکم دے دیا۔ مَامنعک تجھے کس
روکا۔ پہلے میں نے کہا کہ مجھ کو سجدہ کر اب میں نے کہا آدم کو سجدہ کر۔ اور اس
ق ہے کہ وہ چاہتا تو حکم کرتا درخت کو سجدہ کر سورج کو چاند کو سجدہ کر وہ اگر
ا کر دیتا۔ تو وہ سب روا ہوتا۔ یہ صرف سجدہ امری ہے اور کچھ نہیں نہ اس میں
دت ہے نہ تعظیم ہے۔ بڑے سے بڑے آدمی کو حکم دے دے کہ چھوٹے سے
وٹے آدمی کو سجدہ کر اگر وہ سمجھ دار اور بڑا ہے تو قطعی سجدہ کرے گا۔ مثلاً
نے منیٰ میں تین دن حکم دے دیا کہ کنکری مارو۔ اگر نہ ماریں تو رکن حج
جائے گا۔ عبادت ناقص ہو جائے گی۔ قطع نظر حکم کے وہ فعل عبث ہے
کہ اگر وہ فعل مستحسن ہوتا تو ہر جگہ مستحسن ہوتا۔ یہاں اگر آپ یہی فعل کریں یا
ین دن کے علاوہ وہاں بھی یہ فعل کریں تو لوگ پاگل کہیں گے یا نہیں بلکہ
رم گردانے جائیں گے۔ کنکریاں مارنے میں کیا رکھا ہے۔ وہ محض حکم ہے
یں کیا ہوتا ہے پتھر کو بوسہ دیا جاتا ہے اور کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔
خانوں میں کیا ہوتا ہے یہی ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں حکم سے

ہو رہا ہے وہاں بغیر حکم ہو رہا ہے اور کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ ایک فرق ہے کہ یہاں بت نہیں ہیں۔ وہاں بت اور تصویریں ہیں۔ وہ چاہتا تو بتوں کے ہوتے ہوئے بھی حکم دے دیتا کہ طواف کرو اس میں کیا تھی۔ وہ کہتا ہے لا تمش فی الارض مرحا صاف قانون ہے کہ زمین پر اکڑ کر لیکن صفا و مروہ میں وہ حسن ہے۔ اگر وہاں اکڑ کر نہ چلے گا حج ناقص ہو جا تو کیا نتیجہ نکلا؟ کہ تمام عبادات و معاملات اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یا اسکن انت وزوجک الجنۃ اور دیکھئے کہ پوری جنت آدمؑ اور حواؑ کو دے اس میں رہو سہو۔ صرف ایک درخت کے پاس نہ جانا اس ایک درخت جنت کی کائنات سے کیا نسبت ہے۔ اگر وہ بھی دے دیتا تو کیا تھا نہیں اس کے لئے ممانعت اور اس کے لئے حکم۔ تمام عبادات و معا سب حکم کے تابع ہیں۔ کسی میں کوئی مصلحت۔ علت۔ وجہ نہیں کسی شے میں کوئی برائی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو منع کر دیا ہو کسی شے میں حسن ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا حکم دیا ہے۔ دیکھئے حج کتنی مشقت ہے۔ سفر کرو، پیسہ خرچ کرو۔ بھاگ دوڑ کرو۔ مشقت ہی ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے، نماز ہے کھانا پینا بولنا دیکھنا سب بند روزہ کھانا پینا بند اس میں کیا مصلحت۔ سب میں مشقت ہی مشقت بس حکم دے دیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو اگر یہ کہو کہ زکوٰۃ میں مصلحت کو فائدہ پہنچتا ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے۔ دوسروں کے فائدہ کیا فائدہ۔ سب بھوکے رہیں ہمارا پیٹ بھرنا چاہیئے۔ سب ڈ

Marfat.com

ہم کو بچ جانا چاہیئے۔ ارے دوسروں کے فائدہ سے ہمیں کیا فائدہ کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔ لاتزروازۃ وزراخری
لایحل شئ منہ ویوکان ذاقربا اگر کسی کے سر پر اونٹ کا بوجھ لدا ہوا ہو اور وہ کہے کہ کوئی اٹھالے تو اس کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں اٹھائے گا جب وہ بھی نہ اٹھائے گا تو کیا قرابت ہوئی تو یہ جتنی عبادتیں نمازیں خیرات زکوٰۃ ان میں کچھ حکمتیں نہیں ہیں صرف حکم رب ہے !وربس۔ اور اگر وہ کہیں قرآن میں حدیث میں کوئی حکمت بتاتا ہے تو وہ حکمت بھی اس کے کہنے کی وجہ سے ہے۔ فی نفسہ وہ بھی حکمت نہیں ہے۔ اس کو حق ہے چاہے جس کو بنا بیان کر دے۔ چاہے بنا بیان بھی نہ کرے۔ اب نوحؑ نے فرمایا۔ ابنی من اھلی میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ اس نے کہہ دیا۔ لیس من اھلک۔ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی نقیض ہے اگر ایک حق ہے تو دوسرا قطعی جھوٹ ہے۔ تو اب کس کو جھوٹا کہو گے۔ خدا کو جھوٹا کہو تو کافر نوحؑ کو جھوٹا کہو تو کافر۔ اس کو حق ہے جو چاہے کہہ دے۔ نبی کا ہر قول اور ہر فعل وحی کے تابع ہوتا ہے۔ ان اتبع یوحیٰ الی میں وہی کرتا ہوں جو وحی مجھے ہوتی ہے۔ وما ینطق عن الھوا۔ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا تو نبی کا ہر فعل اور ہر قول وحی تابع ہوتا ہے۔ پھر ان سے کہہ دیا۔ لما اذنت لھم تو نے کیوں ان کو اجازت دے دی۔ اس کو ہر وقت حق ہے کہ نبی صحیح فعل کرے اور وہ اس کو کہدے کیوں تو نے ایسا کیا۔ یاعیسیٰ أنت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ عیسیٰ تو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود قرار دینا اللہ کے سوا۔

Marfat.com

آج ۱۹۶۷ سال کے بعد بھی ہم کو علم ہے کہ انھوں نے تثلیث کی تبلیغ نہیں کی. تو کیا خدا کو علم نہیں تھا. خدا کو سب معلوم تھا. بہت بڑے آدمی تھے. بات ادب انھوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ اعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک تو میرے دل کا حال جانتا ہے. میں نہیں جانتا کہ تیرے دل میں کیا ہے تیرا اس سوال سے کیا مطلب ہے. ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص چوری کر رہا تھا میں نے اس کو دیکھ کر کہا ہیں چوری کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں چوری نہیں کرتا. تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی آنکھوں کی تکذیب کرتا ہوں اور اپنے رب کی تصدیق کرتا ہوں.

اگر میں نے کہا ہوگا تو تیرے علم میں ہوگا.

اب اس نے کہہ دیا. ولا تقولوا لمن یقتلوا فی سبیل اللہ اموات. جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں. ان کو مردہ مت کہو. بھلا کوئی کہے گا کہ شہید اور مقتول مردہ نہیں ہے. بل احیاء ولکن لا تشعرون بلکہ وہ زندہ ہیں. تم کیا جانو زندہ تو وہ ہیں جن کو میں زندہ کہوں، تم جو یہ سمجھتے ہو کہ حس و حرکت کا نام حیات ہے تو یہ تو میں نے تمہارے لئے نام رکھ دیا ہے. حس و حرکت دونوں ناقص چیزیں ہیں مخلوق ہیں. جس میں تو یہ نقص ہے کہ یہ تمام چیزوں کو محسوس کرتی ہے اور اپنے آپ کو محسوس نہیں کرتی. یہ بڑی بدنصیب ہے. یہی حال عقل کا ہے کہ ہر شے کا ادراک کرتی ہے اور اپنے آپ کو آج تک نہیں جان سکی کہ کیا ہے. ایک سر کا آدمی کہ دو آگیا. خیال میں یا نہیں. اس کو اوندھا گدھے پر بٹھا دو. بیٹھ گیا یا نہیں ہر شے خیال میں آجاتی ہے. مگر خیال آج تک خیال میں نہیں آیا. حرکت میں

Marfat.com

ہے کہ مجتمع الاجزار نہیں ہے۔ ایک جز ہوتا ہے۔ مٹ جاتا ہے۔ پھر دوسرا جز ہوتا ہے۔ مٹ جاتا ہے پھر تیسرا ہوتا ہے۔ یہی سلسلہ ہے تو حس بھی ناقص اور حرکت بھی ناقص اور ان ہی دو چیزوں کو زندگی کہتے ہو۔ ڈاکٹر کیا دیکھتا ہے۔ قلب کی حرکت ہی کو تو دیکھتا ہے۔ حرکت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ زندہ ہے۔ حرکت بند ہوگئی تو کہتے ہیں مردہ ہے۔ خدا میں نہ حس ہے نہ حرکت ہے تاہم وہ حی ہے یا نہیں۔ تو یہ بھی بلا حس و حرکت کے حی ہوں گے۔ یہ عقلی دلیل سے بھی سمجھ میں بات آجاتی ہے۔ سارا زمانہ جانتا ہے کہ آگ گرم ہے۔ مگر اس نے کہا آگ ٹھنڈی ہے بس۔ آگ ٹھنڈی ہے یا نار کونی بردا فرما دیا تجرد اس کے کہتے ہی آگ ٹھنڈی تھی کوئی قانون نہیں ہے۔ بس ایک ہی قانون ہے۔ جو وہ کہہ دے وہی ٹھیک ہے اور جو وہ کر دے وہی عدل ہے۔ عدل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ جس چیز کا نام چاہے عدل رکھ دے۔ وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ اگر تم کو ڈر ہو کہ چار بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے۔ تو پھر ایک ہی بیوی رکھو۔ او ما ملکت ایمانکم یا لونڈیاں رکھو۔ یہاں اس نے کہہ دیا کہ عدل کی ضرورت نہیں قصہ ختم عدل کا۔ اگر عدل کوئی چیز ہوتا تو ما ملکت ایمانکم میں بھی ہوتا۔ خودکشی بری چیز ہے۔ بری چیز ہے۔ سب کہتے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے سب غلط ہے۔ میں کہہ دوں بری چیز ہے تو بری ہے! اگر میں اس کو اچھا کہہ دوں تو اچھی ہے۔ فاقتلوا انفسکم۔ قتل کرو۔ اپنے نفسوں کو ذلکم خیر لکم عند بارئکم یہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارے لئے اچھا ہے۔ وہ کہے خودکشی کرو۔ وہ بہتر وہ کہے نہ کرو وہ بہتر۔ تمام صلحاء کو تمام مومنین کو جہنم میں ڈالدے وہ اس پر سولہ آنے قادر ہے اور اگر وہ ایسا کر دے تو وہی عدل ہے۔ اسی

Marfat.com

طرح شیاطین اور فجار کو بہشت میں بھیج دے وہ اس پر قادر ہے اور اگر وہ ایسا کر دے تو وہی عدل ہے۔ پھر دونوں صورتوں میں بھی وہ مستحق حمد ہے۔ جتنے علماء فضلاء اور صلحاء ہیں یہاں بھی ان کی اکثریت تکلیف میں ہے یا نہیں اگر اسی طرح یہ وہاں بھی تکلیف میں رہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ اگر یہاں وہ تکلیف میں رکھ سکتا ہے۔ وہاں بھی رکھ سکتا ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے۔ وہی حق ہے اور وہی عدل ہے۔ اسی لئے جس شے کو اس نے کہہ دیا یہ عبادت ہے۔ بس وہ عبادت ہے نہ اس میں کوئی مصلحت ہے نہ حسن ہے نہ کوئی اور وجہ سوائے امر کے ہے جس کی وجہ سے اس کو عبادت قرار دیا۔ عبادت محض تابع ہے اس کے حکم کے۔

عبادت کے معنی سمجھنے سے پہلے آپ ایک نکتہ کی بات اور سمجھ لیں اگر شے تو یہاں ہے۔ حاجت اور ایک ہے۔ ضرورت حاجت جس شے کی ہے اگر وہ نہ ملے تو آپ کو دکھ ہوگا۔ اور ضرورت جس شے کی ہے۔ اگر وہ نہ ملے آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ کھانا ہے پینا ہے ہوا ہے۔ اگر نہ ملے تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ انسان کی ضرورت ہے۔ نکاح ضرورت نہیں ہے۔ حاجت ہے کہ نہ ہو تو دکھ میں رہے گا۔ ہلاک نہیں ہوگا۔ وہ تمام اشیاء جو اس بدن کے تشخص مقوم ہوتی ہیں۔ ان کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے بغیر وہ نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً بھوکا انسان ہے وہ ناقص ہے۔ جب وہ کھا گا تو اب مکمل ہوگیا۔ تو یہ انسان کے جسم میں دخیل ہیں۔ جب یہ مل گی۔ تو یہ ایک شے بن جائے گا۔ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو صرف زیب

Marfat.com

ہیں۔ ان کا درجہ حاجت سے بھی کم ہے۔ یہ راحت کہلاتی ہیں تو یہ دونوں
یزیں جو حاجت اور ضرورت کی ہیں یہ انسان کے لئے ہیں۔ انسان ان کیلئے
ہیں ہے یعنی وہ سب چیزیں اپنے آپ کو فنا کر رہی ہیں۔ انسان کو بنانے
لے لئے۔ ہر چھوٹی چیز اپنے سے اوپر والی چیز میں فنا کر رہی ہے۔ اپنے آپ کو
ٹی اینٹیں دیوار و در سب فنا ہو رہے ہیں۔ مکان میں۔ تو کل اشیاء انسان
کے لئے ہیں۔ یعنی یہ کل اشیاء وہ ہیں۔ جن کی انسان کو حاجت اور ضرورت
ہے۔ تو ان چیزوں کو حاصل کرنے کے بعد اب یہ کس کے لئے۔ ؟ تین صورتیں
یں یا تو یہ کسی کے لئے نہیں ہے یا اپنی ذات کے لئے ہے یا کسی اور کیلئے ہے

اگر یہ کسی کے لئے نہیں ہے تو اس کا بننا نہ بننے کے برابر ہو گیا۔ ٹوپی
ں اور کسی کے سر پر نہ رکھی گئی تو اس کا بننا نہ بننے کے برابر ہو گیا۔ ایک مکان
گل میں بنوایا جہاں کوئی نہ رہے تو اس کا بنانا نہ بنانے کے برابر ہو گیا۔ اگر بنا
ینے کے برابر ہو تو اس کو عبث کہتے ہیں۔ تو اگر انسان کسی کے لئے نہیں ہے
اس کا ہونا عبث ہو گیا۔ لیکن عبث ہے نہیں افحسبتم انما خلقناکم عبثا۔
تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے۔ تو معلوم ہوا یہ کسی کے
ئے نہ ہو ایسا نہیں ہے۔

اب اگر یہ اپنی ذات کے لئے ہے تو ذات کے جو تقاضے ہیں۔ وہ
نہیں ہوا کرتے جیسے برف کا تقاضہ ٹھنڈک ہے آگ کا تقاضہ گرمی ہے
ح کا تقاضہ روشنی ہے۔ یہ ذاتی تقاضے ذات سے جدا نہیں ہوا کرتے۔ اگر
کی ذات یعنی روح اس کے وجود کی مقتضی ہوتی تو یہ وجود جدا نہ ہوتا۔ لیکن

Marfat.com

یہ جدا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اس کا ذاتی تقاضہ نہیں ہے. یعنی انس
اپنی ذات کے لئے نہیں ہے۔ آسمانی کتابیں سب بڑھیا ہیں. لیکن قرآ
شریف ان سب میں بڑھیا ہے کہ ہر شے کی ہدایت اس میں موجود ہے
مسلمانوں کو اس وقت یہودیوں کے ہاتھ ذلت ہوئی. کیوں ہوئی قرآ
صاف صاف اعلان ہے کہ ولا تھنوا اے نامرد مت بنو ولا تحزنوا
رنجیدہ مت ہو۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین تم ہی اعلیٰ رہو گے اگر تم مو
تو خالی لا الہ الا اللہ کہنے سے تو مومن نہیں ہوتا. جب تک کامل یقین نہ ہو
اس پر صحیح عمل نہ ہو۔ خالی توکل سے تو کام نہیں چلتا۔ جنگ احد میں شکس
ہوئی. لوگ مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے. جہاں آپؐ نے کھڑا کیا تھا
وہاں سے ہٹ گئے تو آپؐ ناراض نہیں ہوئے تو اللہ پاک نے اس کی
اور فرمایا فبما رحمت من اللہ لنت لھم وہ تو اللہ کا بڑا کرم ہو گیا کہ تو ان
نرمی سے پیش آیا۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب۔ اگر کہیں تو سخت دل
لانفضوا من حولک تو وہ تیرے اردگرد سے بھاگ جاتے۔ اس سے
بڑا نکتہ نکلا کہ اتنے بڑے آدمی کی سخت دلی سے آدمی بھاگ جاتے تو معمولی عالم فا
سخت دلی سے تو بدرجہ اولیٰ بھاگ جائیں گے. علماء کو چاہیئے کہ سخت کلامی
لوگوں سے پیش نہ آئیں. بیاست بتاتی ہے کہ تو ان کو معاف کر
فرمایا کہ اس کے بعد بھی ان کے دل صاف نہیں ہونگے. ان تستغف
کی معافی کے لئے مجھ سے بھی دعا کر کہ اللہ تو بھی ان کو معاف
کافی نہیں ہے. وشاورھم. ان سے مشورہ کر کہ جو کچھ ہونا تھا

Marfat.com

اب سر جوڑ کر بیٹھو اور سوچو کہ آگے کیا کرنا ہے. کتنی حسین سیاست اور تدبیر بتائی ہے. توکل توکل کہے جاتے ہیں. کس نے تعلیم دی ہے. توکل کی جب یہ سب تدبیریں کر چکے. تب فتوکل علی اللہ پھر اللہ پر توکل کر دیا نہیں کہ ہماری تدبیر کا یہ نتیجہ ہے کتنی اچھی تعلیم ہے. ساری دنیا کی کتابوں سے معارضہ کر لیجئے۔ اس سے اچھی کہیں نہیں ملے گی تعلیم

اب آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں. انسان نہ عبث ہے اور نہ اپنی ذات کے لئے ہے. فلولا ان کنتم غیر مدینین۔ کتنی حسین دلیل ہے. اس کتاب کے باہر جتنی دلیلیں ہیں. آپ دیکھیں گے وہ یا تو غلط ہوں گی. یا الجھی ہوئی ہوں گی. فلاسفہ اور حکماء کی جتنی دلیلیں ہیں سب باریک اور دقیق ہیں کہ ترے سے بڑا عالم بھی سمجھ نہیں سکتا۔ اور اگر تھوڑی بہت سمجھ میں بھی آگئیں تب بھی یقین نہیں ہوتا ہے کہ پتہ نہیں صحیح ہے یا غلط کتنی واضح اور صاف دلیل ہے۔ اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون فلولا انکنتم غیر مدینین. ترجعونھا ان کنتم صادقین اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو تو لوٹا کیوں نہیں لیتے اگر تم سچے ہو جب جان حلقوم میں آجاتی ہے تو لوٹا کیوں نہیں لیتے. مرنا کوئی نہیں چاہتا جب نہیں لوٹا سکتے تو سمجھ لو کہ بے بس ہو جس کے بس میں ہو وہ ہی تو میں ہوں۔ اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون جب جان حلق میں آجاتی ہے. تو تم دیکھتے کہ دیکھتے رہ جاتے ہو ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ہم اس کے بہت قریب ہوتے ہیں لیکن تمہیں نظر نہیں آتے.

قرآن شریف میں جتنی دلیلیں الوہیت کی ہیں وہ سب یقینی ہیں.

Marfat.com

اور بہت آسان ہیں جو بڑی سے بڑی عقل کے آدمی سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی عقل کا آدمی تک ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ حکماء اور فلسفیوں کی دلیلیں بہت دقیق ہوتی ہیں۔ جو عالموں کے بھی بہت کم سمجھ میں آتی ہیں۔

اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انسان کسی کے لئے ہے۔ کائنات کی ہر شے انسان کے لئے اور انسان کائنات کی کسی شے کے لئے نہیں ہے تو پھر ضرور وہ کائنات سے باہر کسی شے کے لئے ہے اور کائنات سے باہر صرف ذات باری تعالیٰ ہے تو انسان اپنے رب کے لئے ہے۔ کل کائنات انسان کے لئے اور انسان خالق کائنات کے لئے۔ خالق کسی کے لئے نہیں ہے وہ خود ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ وما صنعتک الا لنفسی میں نے تجھے صرف اپنے لئے پیدا کیا۔ کل کائنات تیرے لئے ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کل کائنات کو اپنے میں صرف کر اسی کا نام معاملہ ہے۔ اس نے دلیل بیان کی کہ ہم نے نبی کو بھیجا کتاب بھیجی ان کو تو تو نے لے لیا مگر انزلنا الحدید ہم نے لوہا پیدا کیا اس کو نہیں لیا۔ یورپ والوں نے اس ٹکڑے کو لے لیا۔ لوہے کا پانی بنا دیا اور اس سے اسلحہ وغیرہ بنا لیا۔ تم نے اس ٹکڑے کو چھوڑ دیا۔ قل انظروا ماذا فی السموات وما فی الارض فرمایا دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں اور زمینوں میں یہ نظریہ پہلے قرآن ہی نے پیش کیا ہے۔ تم نے کائنات کو چھوڑ دیا۔ اس نے صاف صاف اعلان کر دیا۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون ہم نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ اعلان کر دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے وہ بندے ہوں گے۔ جن میں صلاحیت امن عامہ کے قائم

Marfat.com

کی ہوگی۔ ان فی ھذا البلاغ لقوم عابدین. سخت تنبیہ ہے عابدوں کے لئے صرف عبادت پر بھروسہ نہ کرنا نظام عالم قائم کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین ہم نے تم کو دونوں قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عابدین کے لئے بھی اور نظام عالم قائم کرنے والوں کے لئے بھی۔ دونوں کو بتانا۔ دونوں کو ہدایت دینا۔ پھر اس کی تدبیر بتائی واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل جتنی طاقت ہے تم میں زیادہ سے زیادہ سامان حرب بناؤ۔ اس زمانہ میں وہی گھوڑے ہی تھے۔ اب یہ توپ گولے وغیرہ ہیں ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ تاکہ تم ڈرا دو۔ خوفزدہ کر دو۔ خدا کے اور اپنے دشمن کو۔ تو کہاں کیا تم نے اس پر عمل۔ تعیشات میں وقت ضائع کر دیا جو اس نے کہا تھا۔ اس کے خلاف کیا۔ خدا کی جو عادت ہے۔ وہ جاری رہے گی مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا سبب کیا ہے۔ غدر کے بعد مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں نے بڑے بڑے مضامین لکھے کسی نے کچھ لکھا۔ کسی نے کچھ لکھا۔ جو برائیاں تھیں وہ بتائیں۔ سرسید کو اس کا بہت شوق تھا۔ مسلمانوں کا لیڈر اول تھا۔ غدر کے بعد جامع مسجد میں امام صاحب جامع مسجد موجودہ امام جو کبھی کبھی یہاں آتے ہیں۔ اس روز حکیم صاحب کے یہاں آئے تھے۔ ان کے دادا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے لوگ جامع مسجد کے حوض پر مل کر بیٹھے۔ ان لوگوں نے بڑا رنج کیا اور کہا کہ بھئی ہندوستان سے چلے چلو عرب یا افغانستان ان میں مولانا قاسم نانوتوی اور سرسید احمد خاں بھی تھے۔ تو سرسید نے کہا کہ بھئی تم تو دیوبند میں دینی مدرسہ

Marfat.com

قائم کرو اور میں علی گڈھ میں کالج قائم کرتا ہوں یہیں بیٹھ کر کچھ کام کریں گے. تو یہ اس قسم کے مضامین لکھوایا کرتے تھے. مگر اصل سبب خدا نے بنایا. بڑی عجیب بات ہے عقل سے تو کام لینا ہی غلط ہے. عقل سے کام جب لیں جب وہ کہے ورنہ نہ لے. کیونکہ عقل کا تو اس زندگی میں کوئی دخل ہی نہیں ہے. اگر دخل ہوتا تو اتنی بڑی تعداد جو جانوروں کی ہے. جس کے مقابلہ میں انسان سمندر میں قطرہ کے برابر بھی نہیں ہے. ان کو بھی عقل دی جاتی ہے. وہ سب بغیر عقل کے زندگی گذار رہے ہیں. تو عقل زندگی گذارنے کے لئے نہیں یہ کسی اور کام کے لئے ہے. بڑی عجیب بات ہے. افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون. ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ کتاب کے ایک حصہ کو تو لیتے ہو. اور دوسرے کو نہیں لیتے یعنی لا الہ الا اللہ تو کہتے ہو. مگر اس پر عمل نہیں کرتے. فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ۔ دنیا کی زندگی میں رسوائی اور اقوام عالم میں پستی اور قیامت میں رسوائی. ایک ٹکڑے کو لے لیا ایک کو چھوڑ دیا یا تو دونوں کو چھوڑ دیتے تو ان جیسے ہو جاتے جیسے کہ دونوں کو چھوڑنے والے ہیں. یورپ و امریکہ یا دونوں کو لے لیتے تو ایسے ہو جاتے جیسے دونوں کے لینے والے تھے. یعنی حضرت ابوبکر و عمر کتنی اچھی بات ہے. بڑا نقصان ہوا ہے. کہتے ہیں کرتے نہیں. برابر کہہ رہا ہے. تقولون مالا تفعلون ارے ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو. زبان سے کہہ دیتے ہیں. کرتے ہیں نہیں. مصر میں ہوئی تا لغویت. اندازہ نہیں

بتایا پہلے اندازہ کرو۔ طاقت کم ہو۔ تو طاقت پیدا کرو۔ سب بتایا یہ کرو یہ کرو۔ کہاں کیا۔ نہیں کیا نا۔ آخر ذلت ہوئی۔ اب اصل بات کو سمجھیں کہ تمام کائنات کو فنا کر دینے میں۔ اس کا نام ہے معاملہ۔ سب سے فائدہ اٹھاؤ کوئی چیز اللہ نے بے کار نہیں بنائی۔ تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں۔ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض زمین آسمان سب تمہارے لئے مسخر کر دیئے۔ کیوں کائنات آسمانی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ کیوں کائنات زمینی سے فائدہ نہیں اٹھایا حکم دیا۔ سیروا فی الارض دیکھو تو زمین میں کیا کیا ہے کس پر عمل کیا کسی پر بھی نہیں کیا۔ ایک چھوٹی سی عوام کی جماعت نے نماز روزہ پر عمل کیا۔ باقی عوام نے اس کا بھی خیال نہیں کیا۔ اصل بات رہ جائے گی۔ ہمیں سمجھانا یہ ہے کہ انسان خالق انسان کے لئے ہے۔ کل کائنات کو اپنے میں مٹا لے یہ معاملہ ہے۔ اپنے آپ کو خالق کائنات میں مٹا دے۔ یہ عبادت ہے۔ اپنے آپ کو خالق پر نثار کر دینا۔ فنا کر دینے کا نام عبادت ہے۔ بس یہ معنی عبادت کے ہیں اور کچھ نہیں۔ اس ہزار سالہ دور میں متفردانہ حیثیت سے کہہ رہا ہوں کسی نے صحیح تعریف عبادت کی نہیں کی ہے۔ تو لا الہ الا اللہ کے کیا معنی ہیں کہ کوئی ذات ایسی نہیں ہے جس پر انسان اپنے آپ کو نثار کر دے سوائے خدا کے۔ خدا ہی اس قابل ہے کہ انسان اس پر اپنے آپ کو نثار کر دے۔ خواہ روزہ رکھ کر خواہ نماز پڑھ کر خواہ جہاد کر کے۔ کوئی صورت نہیں ہے۔ بس جو وہ کہے۔ وہ کہہ دے کہ یونہی بیٹھے رہو۔ بس بیٹھے رہو۔ یہی عبادت ہے یہی نثار ہونا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سوائے خدا کے کوئی ذات ایسی نہیں ہے۔ جس پر نثار ہوا جائے

Marfat.com

یہاں نثار ہوتے ہیں. کہتے نہیں ہیں کہ

ع :- مرتے ہیں ہم تو تم پہ جیتے ہیں جب تلک ؛ یہ مرنا کیا ہے. یہ خیال ہوتا ہے کہ یہاں سورج کی چاند کی درختوں کی جانوروں کی بتوں کی پوجا ہوتی ہے. خیر یہ سب تو گھٹیا چیزیں ہیں کوئی ان میں اس قابل نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے. لیکن محمدؐ الرسول اللہ تو بہت بڑھیا چیز ہیں. آیا یہ بھی اس قابل ہیں کہ ان پر جان فدا کی جائے تو کہا نہیں یہ بھی الٰہ نہیں ہیں. یہ بھی اللہ کے رسولؐ ہیں. محمد الرسولؐ اللہ کے یہ معنیٰ ہیں. یہ بھی اللہ نہیں ہیں. بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں. اللہ کے رسولؐ ہیں. محمد الرسولؐ اللہ دلیل ہے. لا الٰہ الا اللہ کی محمد ایسی بڑھیا چیز خدا نہیں بن سکتی تو گھٹیا چیز کیسے خدا بن سکتی ہے. میں کہتا ہوں کہ جب بہتر سے بہتر چیز خدا بننے کے قابل نہیں ہے. وہ بھی خدا کا رسولؐ بننے کے قابل ہے. تو گھٹیا چیز کیوں کر خدا بن سکتی ہے. اب اگر وہ کہہ دے کہ جو کچھ رسولؐ کہہ دے وہ منظور تو وہی بات ہوگئی وہ خدا ہی بات ہوئی. یہ کس نے کہا کہ محمد رسولؐ اللہ ہیں. اللہ ہی نے کہا اور اس نے یہ کہا یطع الرسول فقد اطاع اللہ اللہ پاک نے کہہ دیا کہ نبی کی اطاعت میری اطاعت ہے تو نبی کی اطاعت نہ رہی وہ اللہ ہی کی اطاعت ہوئی ایک ہی چیز ہے اگر وہ دو تو ان کی اطاعت نہیں ہوئی. اب کلمہ طیبہ کے معنیٰ آپ کے سمجھ میں آ گئے. جب سب سے بڑھیا چیز کی نفی ہوگئی تو ہر شے کی نفی ہوگئی. خود بخود دوسرا پہلے ٹکڑے کی دلیل ہے. پہلا ٹکڑا مدلول ہے. دوسرا دلیل ہے نے دلالت کی لا الہ الا اللہ پر. اگر وہ دلالت نہ کرتے تو ہم سمجھ ہی نہیں

Marfat.com

تھے۔ توحید کی تعلیم انہیں نے دی ہے۔ اگر وہ یہ تعلیم نہ دیتے تو کسی حکیم کسی عالم کسی جاہل کے سمجھ ہی میں نہیں آسکتا تھا۔ مختلف طریقوں سے مختلف عقلوں کے مطابق اسے سمجھایا۔ بات بہت واضح ہو گئی۔

کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کریں۔ پھر گھر والوں کو پھر محلہ والوں کو پھر اس طرح پوری قوم کو صحیح کریں اور خدا کے قانون پر عمل کریں۔ خدا کے قانون پر بغیر عمل کئے کوئی نظام کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اب اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔

Marfat.com

دُعا

اعتراض یہ ہے کہ دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ دلیل یہ ہے کہ جو دعا کی جائے گی یا خدا کو اس کے وقوع کا علم ہوگا یا اس کے لاوقوع کا علم ہوگا۔ اب اگر اس کے واقع ہونے کا علم ہے۔ خدائے تعالیٰ کو تو وہ ضرور بالضرور واقع ہو کے رہے گی۔ اور اگر اس کے واقع نہ ہونے کا علم ہے تو وہ ہرگز واقع نہ ہوگی وہ ممتنع اور محال ہے۔ خواہ دعا مانگی جائے یا نہ مانگی جائے۔ اگر ملنا اس کے علم میں ہے تو مل کے رہے گی اور اگر نہ ملنا اس کے علم میں ہے تو کبھی نہیں ملے گی۔ لہٰذا دعا مانگنا بے سود ہے۔ بہت مشکل بات ہے۔ ہم لوگ جو دعا کے قائل ہیں ہمارے علماء قاعدہ میں اس کا جواب نہیں دے سکے۔ میں اسی قسم کے مسائل بیان کیا کرتا ہوں۔ جو اختلافی ہوں اور ان میں جو وقت ہو اس کو حل کر دیتا ہوں۔ اسی مسئلے کو ایک اور طریقہ پر بھی بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قضا و قدر ثابت ہے۔ وہ طے ہو چکا۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا جف القلم بما ھو کائن الی یوم القیامہ قلم خشک ہو گیا قیامت تک کے واقعات لکھکر ایک اور طریقہ پر یوں بیان کیا ہے کہ اگر خدا کو اس کا علم ہو کہ شے واقع ہوگی۔ اور پھر نہ ہو تو خدا کا علم جہل سے بدل جائے گا۔ اور اگر خدا نے کسی شے کا ارادہ کر لیا کہ ہو اور پھر وہ نہ ہو تو ارادہ ارادہ نہیں رہے گا۔ تمنا رہ جائے گی۔ ایک خیال ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں۔ ہر شے خدا کی قدرت سے ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کی قدرت سے نہ ہو تو اللہ پاک قادر نہیں رہے گا۔ عجز لازم آئے گا۔ اور اگر خدا نے یہ خبر دی کہ یہ ہوگا اور پھر نہ ہو تو صدق کذب سے بدل جائے گا۔ یہ چار خرابیاں لازم آئیں گی لہٰذا اعتراض بہت مستحکم ہو گیا۔ انہوں نے جواب یہ دیا کہ اگر اس کے وقوع کا

Marfat.com

ہے توطالب دعا کرکے رہے گا۔ اور اگر اس کے لاوقوع کا علم ہے تو وہ دعا ہرگز نہیں کرے گا۔ اسی بات کو وقوع سے طالب دعا کی طرف رجوع کرکے اس کا معارضہ کردیا۔ دلیل کی غلطی نہیں پکڑی۔ دلیل کا پہلا عنوان علم کا ہے۔ دوسرا عنوان ارادہ کا ہے۔ تیسرا عنوان قدرت کا ہے اور چوتھا عنوان صدق کا ہے۔ اور اسی سے انہوں نے تکلیف مالایطاق اور جبر کو ثابت کیا ہے۔ اور اس دعا کے معاملہ میں اہل سنت وجماعت اور معتزلہ سب شریک ہیں اور مخالف جماعت ملحدوں کی ہے یہ جماعت دعا کی منکر ہے اور کہتی ہے کہ دعا بے سود ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر کسی شے کا علم اللہ کو ہو کہ وہ واقع ہوگی تو وہ قطعی واجب ہے۔ اور لاوقوع کے علم کی صورت میں ممتنع اور محال ہوگی تو واجب اور ممتنع اور محال کی دعا بے سود ہے۔ اس میں جو خرابی ہے۔ اسی کی وجہ سے اہل سنت وجماعت جبر کے قائل ہوئے۔ اور حکماء اور فلاسفہ کے جتنے خراب عقیدے ہیں۔ سب اسی کی وجہ سے خراب ہوئے۔ یہ ایک دھوکا ہے۔ اسے آپ غور کریں۔ غور طلب بات ہے۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جان لیا کہ یہ شے واقع ہوگی۔ تو وہ واجب ہوگئی۔ تو کیا شے واجب ہوئی۔ وہ شے واجب نہیں ہوئی بلکہ اس شے کا واقع ہونا واجب ہوا۔ وہ شے تو جیسی ہے۔ ویسی کی رہے گی۔ اللہ کے علم سے صرف اتنا واجب ہوتا ہے کہ اس کے واقع نہ ہونے سے جہل لازم آتا ہے۔ اس لئے اس کا واقع ہونا ضروری ہے۔ تو واجب اس کا واقع ہونا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ جان لیا کہ زید کو دس ہزار روپیہ ملے گا۔ تو دس ہزار روپیہ کا ملنا اس کے علم میں ہے وہ قطعی واجب ہے۔ لیکن دس ہزار روپیہ فی نفسہٖ ممکن ہے یہ واجب نہیں ہے یعنی کسی شے کے وقوع کا واجب ہونا یہ نہیں چاہتا کہ وہ شے واجب ہوجائے۔ مثال سے سمجھیں۔ انسان کے لئے حیوان ہونا واجب ہے۔ انسان نہیں ہوسکتا۔ کہ انسان جسم نہ ہو سکے یعنی انسان ہو اور جسم نہ ہو یہ محال اور ناممکن

Marfat.com

ہے۔ تو انسان کے لئے جسم کا ہونا واجب ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ یہ وجوب جو
وہ دراصل جہت قضیہ ہے۔ یہ نسبت کا وجوب ہے۔ منتسبین کا وجوب نہیں ہے
انسان اور حیوان دونوں غیر واجب اور دونوں ممکن۔ انسان کبھی ممکن اور حیوان کبھی
ممکن۔ لیکن ایک کے لئے دوسرے کا ثبوت واجب ــــ جیسے آگ کے لئے حرارت کا
ثبوت تو واجب اور آگ اپنی جگہ پر ممکن اور حرارت اپنی جگہ پر ممکن۔ دونوں غیر واجب
واجب اس شے کو کہتے ہیں جو جدا نہ ہو سکے۔ جس کا جدا ہونا ناممکن ہو۔ آگ کو حرارت
واجب ہے۔ آگ بغیر حرارت نہیں ہو سکتی۔ حرارت کے الگ ہوتے ہی آگ فنا ہو جا
گی۔ راکھ بن جائے گی۔ حرارت آگ کو ضروری اور لازم ہوئی۔ حرارت کی آگ سے جدائی
ناممکن ہے۔ یہ معنی حرارت کے واجب ہونے کے ہیں۔ آگ مخلوق ہے۔ ممکن ہے حرارت
مخلوق ہے۔ ممکن ہے۔ لیکن ایک مخلوق کا دوسری مخلوق کے لئے ثبوت یہ واجب
یعنی وجوب صفت ثبوت کی ہے۔ ثابت اور مثبت کی نہیں ہے۔ یہ دقیقہ ہے جس
یہ سب لوگ مطلع نہیں ہوئے اور اس کو واجب اور ممتنع قرار دے کر جبر اور قدم
کے مسئلوں میں غلطیاں کیں۔ ان سب مسئلوں کی بنیاد یہی ہے۔ کہ ایک وجوب تو نسبت
اور صفت کیلئے ہے اور ایک وجوب موصوف کیلئے ہے۔ آگ اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ چاہے تو ہو۔ اللہ
تو نہ ہو۔ تو ایسی شے خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ اس کا نام واجب نہیں ہے۔ واجب اسے
کہتے ہیں کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں وہ ہو۔ اور محال کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چاہے
یا نہ چاہے وہ "نہ ہو"۔ ممکن کے معنی یہ ہیں کہ چاہے ہو چاہے نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ
جب جان لیا کہ ایک شے واقع ہوگی تو وہ ضرور ہوگی۔ اسی سے انہوں نے
ابوجہل کا کفر اللہ پاک نے جان لیا تو اب وہ کفر کر کے رہے گا اور جو اسے تکلیف
دی جائے گی وہ محال کی تکلیف ہوگی۔ ابوجہل مجبور ہو گیا اس کا اختیار جاتا رہا
کی تکلیف ہوئی۔ میں اس خرابی کو کھول رہا ہوں اور بتا رہا ہوں کہ اس میں دقت

Marfat.com

۔اس میں دقت یہ ہے کہ اللہ کا جو معلوم ہے وہ واقع ہوگا۔ غ۔ واقع نہیں ہوگا۔
ی وہ جو۔ شئے ہے جس شے کا وقوع ہے۔ وہ ۔ شئے اپنی جگہ جوں کی توں رہے گی۔ اس
ئی تغیر نہیں ہوگا۔ وقوع درعدم وقوع میں تغیر ہوگا علم سے۔ وقوع کا علم ہے
قع ہو کے رہے گا۔ لا وقوع نہیں ہوگا۔ اگر لاوقوع کا علم ہے تو لا وقوع ہوگا۔
ع نہیں ہوگا۔ لیکن جس شے کا وقوع یا لاوقوع ہے۔ وہ ممکن ہے وہ نہ واجب
نہ ممتنع ہے۔ خدا کے علم سے شے واجب یا محال نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا کو تو تمام
روات کا علم ہے اور تمام معدومات کا علم ہے۔ تو اس کے علم۔ موجودات اور معلومات
ے یہ نہیں ہوتا کہ موجودات تمام واجب ہو جائیں۔ اور معدومات سب محال ہو جائیں
ہر شے کا علم ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے خلاف تو ہونے کا نہیں جب اس کے خلاف
ل ہونے کا تو دو سب شے واجب ہو جائیں گی۔ حالانکہ کوئی واجب نہیں ہے۔
ب ممکن ہیں۔ اور سب اس کی مخلوق ہیں۔ سوائے اس کی ذات و صفات کے وہ
جب ہی رہیں گی مگر وہ اس کے جاننے سے واجب نہیں ہوتی ہیں۔ وہ جاننے
قطع نظر واجب ہیں۔ یعنی اگر خدا اپنے آپ کو نہ جانے تو قطع نظر جاننے کے وہ
سہ واجب ہے۔ علم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو اگر خدا کسی چیز کو جان لے
ننے سے اس شے کا واجب ہونا یا اگر اس کا نہ ہونا اس کے علم میں ہے تو اس شے
نع اور محال ہونا لازم نہیں آتا بلکہ موجود ہونا اور معدوم ہونا لازم آتا ہے۔ تو اب
ے جو شے مانگی گئی ہے۔ وہ فی نفسہ ممکن ہے۔ اور ممکن کے لئے دعا کی جا سکتی ہے
سیدھی بات یہ ہے کہ بندہ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ خدا کو اس کے وقوع کا علم ہے۔
وقوع کا علم ہے۔ بندہ جو خدا سے چیز مانگ رہا ہے۔ تو اس کو تو جب علم ہوگا۔
چیز اس کو مل جائے گی اور جب تک نہیں ملی۔ اس وقت تک اس کو یہ علم
ہے کہ خدا کا علم اس کے دینے کے ساتھ متعلق ہوا یا نہ دینے کے ساتھ متعلق ہوا۔

اگر بندہ کو یہ علم ہو جائے کہ یہ شے اس کو ملے گی تو کبھی دعا نہ مانگے۔ یا نہیں ملے گی تب بھی دعا نہ مانگے۔ تو دھوکہ یہ ہوا کہ خدا کے علم کو بندہ کے علم میں شامل کر دیا۔ خدا کے علم کا بندہ کو علم نہیں ہوا۔ خدا کے علم کا علم جب ہوگا جب وہ شے واقع ہو جائے یا نہ واقع ہوگی۔ اگر نہیں ملی تو سمجھے گا کہ خدا کی مرضی یہی تھی۔ اور اگر مل گئی تو سمجھے گا خدا کا علم اس سے متعلق ہوا۔ تو چونکہ اس کو علم نہیں ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت اس سے مانگے گا۔ صحیح حل اس کا یہ ہے۔ اب رہ گیا جف القلم کا مسئلہ۔ کہ قلم خشک ہو گیا کائنات کے واقعات لکھکر۔ تو وہ بہت مشکل بات ہے۔ وہ بھی لا ینحل ہے۔ اتنا بھی سمجھ لیں کہ جو چیز لکھی جا چکی ہے۔ مثلاً 'عمر' وہ نہ گھٹے گی۔ نہ بڑھے گی مگر جہاں یہ سب مضامین ہیں وہاں یہ مضمون بھی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو گھٹا بڑھا دے گا۔ جہاں وہ قضائیں اور قضیے لکھے ہیں۔ وہاں گھٹاؤ اور بڑھاؤ بھی لکھا ہوا ہے تو جہاں وہ چیزیں لکھ کر خشک ہو گئی ہیں۔ وہاں یہ لکھ کر بھی خشک ہو چکا ہے کہ یہ دعا مانگے گا تو قبول ہوگی۔ اگر نہیں مانگے گا تو نہیں قبول ہوگی۔ اور یہ دعا مانگے یا نہ مانگے میں اس کو دوں گا۔ یہ چیز بھی اس میں لکھی ہوئی ہے۔

سر صفحہ نوشتہ بود یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ۔ کتاب کے پاس ہی رکھی ہوئی ہے یعنی لوح محفوظ۔ تو جہاں قضا و قدر لکھی ہوئی ہے تغیر و تبدل اور گھٹانے بڑھانے کے کل اختیارات بھی لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ اس کو کچھ نہ ملے گا مگر اس نے کہہ دیا کہ دعا کر مانگ تو، میں تجھے دوں گا۔ تو دعا مانگی تو اس نے اسے مٹا دیا اور یہ لکھ دیا۔ اور یہ مٹانا اور لکھنا یہ پہلے لکھ چکا ہوں گا مٹاؤں گا اور لکھوں گا۔ ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول صلعم نے کہ رات کے پچھلے حصہ میں (اندازاً تین بجے کے بعد) اللہ تعالیٰ

Marfat.com

لو دیکھتا ہے اور کوئی مخلوق اس پر نظر نہیں ڈال سکتی۔ اس وقت وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے۔ لکھ دیتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ رات کے وقت دعا کرنی چاہیئے۔ اگر شرعی طریقہ پر لیں تو انبیاء علیہم السلام نے اتنی دعا مانگی ہے کہ کوئی بھی امتی اتنی دعا نہیں مانگ سکتا۔ سارا قرآن شریف دعاؤں سے بھرا ہوا ہے۔ الصدقة تطفئ غضب الربانیه ۔ صدقہ غضب الہٰی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ مسئلہ رحمی سے اور دعا سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو یہ تبدیلی درحقیقت تقدیر کی تبدیلی نہیں ہے۔ بلکہ تقدیر یہ ہے کہ تبدیل بھی شامل ہے۔ جہاں تقدیر سے جف القلم ہوا۔ وہاں تغیر و تبدل سے بھی جف القلم ہوا۔ یہ ہے اس کا صحیح جواب۔ مسئلہ صاف ہو گیا مگر ایک دقت ہے یہاں وہ بہت مشکل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذا سألك عبادی عنی فانی قریب ۔ جب میرے بندے تجھ سے میری بابت پوچھیں اس وقت میں پاس ہی ہوتا ہوں۔ یہاں قل یا فقل انی قریب نہیں کہا۔ خدا کی کتاب میں دستور رہا ہے۔ کہ جہاں سوال ہوا ہے۔ وہاں جواب قل سے یا فقل سے شروع ہوا ہے جیسے یسئلونك عن الجبال وہ تجھ سے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں (کہ یہ حادث ہیں یا قدیم) کہا فقل ینسفها ربی نفسا ۔ اللہ اس کا ریزہ ریزہ کر دے گا۔ یا یسئلونك عن الروح تجھ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کیا ہے قل الروح امر ربی کہدے روح اللہ کے حکم میں سے ایک حکم ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ روح کا مسئلہ اور تقدیر کا مسئلہ مکاشفات سے تعلق رکھتا ہے۔ احیاء العلوم میں یہ مضمون موجود ہے۔ تو انہوں نے گھبرا کر یا کسی طریقہ سے بات کہہ دی کیونکہ سوال جو کیا تھا وہ یہودیوں نے کیا تھا۔ وہ ارباب مکاشفہ سے نہیں تھے وہ اس لائق ہی نہیں تھے۔ جواب تو ان کی عقل کے مطابق دینا چاہیئے یہ کہنا کہ روح کا معاملہ علم مکاشفہ میں سے تعلق رکھتا ہے علمی معاملہ یا علم کے معاملے سے اس

Marfat.com

کا تعلق نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ سوال یہودیوں کا تھا۔ ان کو صحیح جواب دینا چاہئے
تھا ۔۔۔۔ ۔۔۔ یہ جواب جو ان کو دیا گیا صحیح ہے ۔ اسے آپ سمجھ لیں یہ
"کیا" جو ہے یہ کس شے سے ہے۔ کس چیز کا سوال کرتا ہے۔ یہ علل کا متلاشی
وجود کی چار علتیں ہیں۔ مرکبات کی چار علتیں ہیں۔ علت فاعلی، علت غائی۔ علت
مادی۔ علت صوری۔ فاعل کو پوچھتا ہے۔ غایت کو پوچھتا ہے۔ مادہ کو پوچھتا
اور صورت کو پوچھتا ہے۔ یہ کس نے بنایا۔ کس مقصد سے بنا۔ کس شے سے بنا
اس کی موجودہیت کیا ہے۔ جیسے کرسی کی طرف پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے تو کہا جائے
کہ اس کو بڑھئی نے بنایا۔ بیٹھنے کے لئے بنایا۔ اور لکڑی سے بنا۔ چوکور ہے۔ گول
وغیرہ۔ تو مرکبات کے لئے چار اور غیر مرکب کے لئے دو علتیں ہیں۔ مرکب کے
فاعل۔ غایت۔ مادہ اور صورت بتانی ہوگی۔ اور جو شے غیر مرکب ہے بسیط
اس کے لئے فاعل اور غایت بتانی ہوگی۔ تو روح جو ہے وہ مرکب چیز نہیں
اس لئے کہ روح کے اندر غیر مرکب چیز آتی ہے۔ یعنی نقطہ اور نقطہ ناقابل
ہے۔ نقطہ خط کی طرف ہے۔ اور اگر وہ قابل تقسیم ہوگا تو سطح بن جائے
بسیط چیز ہے۔ اور اس کا تصور دل میں یعنی روح میں آتا ہے۔ تو جب روح
گے تو جو اس میں حال ہے وہ بھی کٹ جائے گا لیکن نقطہ نہیں کٹ سکتا
ہوا کہ اس کا جو محل ہے۔ وہ بھی نہیں کٹ سکتا۔ لہذا روح غیر منقسم چیز ہے
غیر منقسم ہوگئی تو مرکب نہ رہی تو مفرد ہوئی۔ اور اس کے لئے دو علتیں چاہئیں
فاعل اور دوسری غایت یعنی کس نے بنایا اور کس لئے بنایا۔ ان دونوں
جو قوی علت ہے وہ فاعل کی ہے کہ فاعل کے بغیر تو ہو ہی نہیں سکتا۔
بغیر ممکن ہے۔ زیادہ سے زیادہ درجہ میں وہ لغو ہوگا۔ جیسے بیٹھے بیٹھے
ہیں۔ کیوں توڑا ؟ کوئی وجہ نہیں کوئی غایت نہیں۔ لیکن فعل ہو ضرور گا

کے بغیر فعل نہیں ہوسکتا۔ تو علت فاعلی اور علت غائی میں علت فاعلی زیادہ قوی تھی تو علت فاعلی میں جواب دیا کہ الروح من امر ربی روح کا وجود صرف میرے رب کے امر سے ہے۔ محض ارادہ سے کسی مادہ یا صورت کے تابع نہیں ہے۔ مجرد ارادہ کیا۔ ان سے اور وہ ہوگئی تو جواب بالکل قاعدہ میں دیا گیا ہے۔ بہت بڑھیا جواب ہے۔ سارا عالم ملکر بھی اس سے بہتر جواب نہیں دے سکتا۔ بالکل صحیح جواب دیا اور علمی معاملہ میں جواب دیا۔ یہ میں کہہ رہا ہوں کہ جواب قانون کے اندر ہے اگر روح مرکب ہوتی تو بتاتا کہ روح فلاں فلاں اجزائے سے بنی ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ یعنی تمہیں صرف مرکبات کا علم ہے کہ ان ان اجزائے سے یہ شے بنی ہے۔ اس بات پر غور نہیں کیا کہ مرکبات کا سلسلہ لاانتہا تو جا نہیں سکتا کہ وہ اجزائے سے پیچھے ہوتا ہے۔ تو شروع میں اول مفردات اور واحدات ہی آئیں گے۔ اور واحدات کا وجود امر رب سے ہوا کسی جز سے نہیں۔ تو قل سے جواب دیا۔ مگر یہاں کیا ہے۔ اذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔ جب بندہ پوچھتا ہے میرے بارہ میں تو قل کہنے میں دیر لگتی ہے۔ اتنی دیر میں کہیں بندہ گھبرا نہ جائے۔ تو کہا میں موجود ہوں۔ بول کیا کہتا ہے۔ تو اس کو بندہ سے اتنا علاقہ ہے کہ قل کا لفظ بھی درمیان میں نہیں لایا کہ قل کہنے میں دیر لگے گی۔ انی قریب میں موجود ہوں۔ اجیب دعوت الداع اذا دعان۔ جب دعا مانگنے والا دعا مانگتا ہے۔ میں اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔ فلیستجیبولی۔ پس بندوں کو چاہیئے کہ میری اطاعت کریں۔ فلیو منوبی اور مجھے مانیں۔

یہاں یہ دقت ہے کہ ایک آدمی دس دس برس دعا مانگتا ہے اور وہ قبول نہیں ہوتی۔ اور یہاں کہتا ہے کہ میں فوراً جواب دیتا ہوں۔ تو دوسری آیت میں شرط لگادی کہ اگر میں چاہوں گا تو قبول کروں گا۔ فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء تو وہ سوال ہی

ختم ہوگیا۔ اگر مشیت ہوگی تو قبول کرے گا۔ مگر میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔ وہ عنقریب میں بیان کروں گا۔ یہاں وہ یہ کہتا ہے میں سنتا ہوں قبول کرتا ہوں جواب دیتا ہوں اور قریب ہوں۔ اتنا قریب کہ کسی چیز کو کسی شے سے اتنا قرب نہیں ہے جتنا اللہ کو قرب ہے بندہ سے یعنی بندہ کی ذات کو بھی بندہ سے اتنا قرب نہیں ہے بڑا عجیب نکتہ ہے۔ اس کو آپ سمجھ لیں۔ ایجاد کے معنی یہ ہیں کہ ماہیت کو وجود کے ساتھ متصف کر دینا۔ آپ کو پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ماہیت کو آپ کے وجود کے ساتھ چسپاں کر دے تو وہ جو پہنا نا ہے۔ وہ پہننے سے پہلے بیچ میں آگیا ہے۔ ذات کو وجود کے ساتھ متصف کرنا یہی معنی تخلیق اور ایجاد کے ہیں۔ تو وہ جو ایجاد ہے وہ ذات اور وجود کے بیچ میں آگئی۔ تو ذات تو پرے رہی اور ایجاد مقدم ہوگیا اللہ پاک انسان کے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے اور فرمایا نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم اسکی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ بہت زیادہ قریب ہے اور برابر سنتا ہے۔

اب بات جو میری سمجھ میں آئی یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کے چار طریقہ ہیں یا تو مقصود فوراً حاصل ہو جائے گا۔ یا کچھ دیر میں حاصل ہوگا یا دوسرے جہاں میں حاصل ہوگا یا گناہ جو کئے ہیں ان کے بدلہ میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ سب معنی دعا کے قبول ہونے کے ہیں۔ جیسے آپ نے مجھ سے چار ہزار مانگے۔ مجھے آپ سے سات ہزار لینے ہیں۔ میں نے وہ نہیں مانگے۔ چھوڑ دیئے تو یہ بھی تو ملنے ہی کے برابر ہیں۔ اب دعا کے معنی سمجھ لیں دعا کیا چیز ہے۔ جب آپ نے کہا کہ یا اللہ مجھے یہ دے دے کے کیا معنی ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اللہ کو جانتا ہو کہ وہ ہے پھر یہ جانتا ہو اللہ تعالےٰ کو میری حاجت کا علم ہے۔ پھر یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالےٰ میں یہ قدرت ہے کہ میری حاجت کو رفع کر دے۔ پھر وہ جانتا ہو کہ اللہ کی طبیعت کا میلان ہے

Marfat.com

طرف۔ تو موجود ہو۔ عالم ہو قادر ہو رحیم ہو اور یکتائے روزگار ہو کوئی اور نہ ہو شریک اس میں۔ اگر یکتا نہیں ہوگا تو وثوق اور اطمینان طبیعت میں نہیں ہوگا۔ طبیعت نہیں لگے گی کہ دینا ہے تو دے نہیں تو آگے جا کر لے لوں گا۔ اور جب یہ جلئے گا کہ کوئی اور دینے والا ہی نہیں ہے تو پوری عجز اور انکساری سے اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور پورا خشوع وخضوع ہوگا۔ تو دعا کتنی قیمتی چیز ہوگئی۔ اُدھر تو اس کے وجود۔ علم قدرت ورحمت اور یکتا ہونے کا علم ہوا اِدھر اپنی محتاجی۔ عجز۔ ذلت سے پورا مطلع ہوا تو دعا توحید مطلق تمام علوم الٰہی اور اپنے تمام ذاتی نقائص اور عیوب کو جامع ہے۔ دعا پوری ربوبیت اور پوری عبودیت کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الدعاء مخ العبادت۔ دعا تو عبادت کا بھیجا اور مغز ہے۔ دعا میں تمام عقائد اور تمام عمل انکساری اور عاجزی وغیرہ سب جمع ہوگئے۔ بہت بڑی عبادت ہے۔ پوری عبادت ہے۔ اس لئے بہت اہم چیز ہے۔ تمام انبیاء کا شیوہ رہا ہے سب ہی مانگتے چلے آرہے ہیں۔ برابر دعا مانگنی چاہیئے۔ ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ دعا مانگو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آمین اسم الٰہی ہے یا دعا ہے۔ یا اس کے یہ معنی ہیں۔ اللھم استجب یا اسم ہے یا آمین جیسے یا کریم یا رحیم۔ اگر یہ دعا ہے تو ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ چپکے چپکے دعا مانگو۔ تو آمین چپکے سے کہو۔ اور اگر یہ اسم الٰہی ہے تو واذکر ربک خفیہ ودون الجہر اپنے رب کو زور سے نہیں بلکہ چپکے چپکے یاد کرو۔ تو ہر صورت میں آمین چپکے سے ہونا چاہیئے۔ یہ ان کا استدلال ہے اور بڑا محکم استدلال ہے۔ مذہبی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور مختلف طریقہ پر قبول فرماتا ہے۔ اس نے اپنی پہچان بتائی کہ امن یجیب المضطر اذا دعاہ مضطر کے دعا کو کون قبول کرتا ہے۔ میں ہی تو قبول کرتا ہوں۔ تو دعا میں بے قراری اور اضطرار اور خفیہ کی شرط لگائی۔ خفیہ کی قید اس لئے

Marfat.com

لگائی کہ وہ خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔ اگر دکھا کر۔ زور سے دعا مانگے گا تو وہ دوسرے کے لئے ہو جائے گی۔ یہاں بھی آپ دیکھیں کہ اگر کسی پر آپ دکھا کر احسان کریں یا تعظیم کریں تو وہ خوش نہیں ہوگا بلکہ توہین سمجھے گا۔ دل میں ناراض ہوگا۔ تو خفیہ کی قید اس لئے لگائی کہ ریاکاری کا شائبہ نہ ہو۔ خالص اللہ کے لئے ہو۔ اور تضرع کی شرط اس لئے لگائی کہ تضرع گڑگڑاہٹ اور پریشانی اس کی علامت ہے کہ حاجت صحیح ہے۔ اگر حاجت صحیح نہ ہو تو گڑگڑائے گا نہیں۔ اور طلب صحیح سے مطلوب جدا نہیں ہوتا! دھر دعا مانگے گا ادھر قبول ہو جائے گی۔ اگر آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ میں آپ کو ایک پیسہ دے سکتا ہوں اور مجھ سے مانگیں گے تو میں قطعی دے دوں گا۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ جب دعا مانگو تو یہ نہ کہو کہ اللھم اغفر لی ان شیئت۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو بخشدے نہیں۔ کہو۔ اللھم اغفر لی۔ پورے یقین کے ساتھ کہو اے اللہ مجھے بخشدے مشیت کی قید مت لگاؤ۔ اسے ہر وقت اختیار ہے۔ تو اگر آپ پوری قوت کے ساتھ کوشش کریں اور یہ یقین رکھیں کہ میرے رب کا قانون یہی ہے۔ اور پھر آپ دعا مانگیں گے تو فوراً قبول ہوگی۔ اور اگر آپ اس طرح دعا مانگ رہے ہیں جیسے وہ فقیر کہ اس نے کہا آپ نے سنا نہ سنا اور وہ آگے بڑھ گیا تو اسے کیا ملے گا۔ نہیں اسے زور سے کہنا چاہیئے تاکہ آپ کے کان تک آواز پہنچ جائے اور اس کا طریقہ یہی ہے۔ کہ عاجزی انکساری، خشوع و خضوع اور اس بات کا یقین کہ وہ دے گا۔ ایک بزرگ نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص مسجد میں روزانہ گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا اور کوشش کرتا رہا مگر دعا قبول نہیں ہوتی تھی مگر وہ مانگتا ہی رہا۔ پیچھے نہیں ہٹا۔ آخر ایک عرصہ کے بعد ہاتف نے آواز دی کہ تیرے نصیب کا یہاں کچھ نہیں ہے۔ کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اس نے سنا مگر دوسرے روز پھر آکر دعا میں مصروف ہوگیا۔ پھر آواز آئی کہ کل تجھے منع کر دیا تھا۔ پھر تو کیوں تو اس نے کہا کہ میں نے سن لیا تھا مگر میں آج اس لئے آیا ہوں کہ اگر تو نہیں دیتا

Marfat.com

مگر مجھے اگر کوئی اور جگہ ہے جہاں سے مجھے مل سکتا ہو تو بتادے۔ مگر چونکہ کوئی دروازہ نہیں ہے۔ اس لئے مجبوراً میں یہیں آتا ہوں تو اس کی دعا قبول ہوگئی۔ تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلے آزمائش ہوتی ہے پھر قبولیت ہوتی ہے۔ لہذا دعا برابر مانگتے رہنا چاہیئے۔ ایک طریقہ انہوں نے یہ بتایا کہ رسول مقبولؐ نے یہ فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ جو بندہ دعا نہیں مانگتا میں اس کو دعا مانگنے والے سے زیادہ دیتا ہوں۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ دعا نہ مانگنا صدیقین کا شیوہ ہے کہ وہ راضی برضا ہیں۔ لیکن وہ حدیث کا صحیح مطلب نہیں سمجھے۔ حضور کا فرمان ٹھیک ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے تو نہیں کہتا مگر دل اس کا برابر مانگ رہا ہے۔ وہ حاجتی ہے۔ یعنی جو دل سے دعا مانگتا ہے اس کو میں زبان سے دعا مانگنے والے سے زیادہ دیتا ہوں۔ لہذا یہ دلیل بھی ختم ہوگئی۔ دعا کے خلاف ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ استغراق الہٰی کے منافی ہے۔ اپنی حاجت کے لئے دل کی توجہ اللہ کی طرف کرنے کا نام دعا ہے تو خدا کی طرف توجہ بغیر کسی مقصد کے استغراقاً ہو یہ بدرجہا بہتر ہے اس کے کہ وہ اپنی حاجت کے لئے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ یہ ایک دھوکا ہے۔ کیونکہ استغراق مقصود بالذات نہیں ہے۔ مقصود بالذات وہ شے ہے جسکا حکم دیا جائے۔ اس نے حکم دیا عبادت کا اس نے حکم دیا دعا کا۔ تو حکم کے تحت عبادت کرنا دعا کرنا دونوں صحیح ہیں اور اپنی رائے سے استغراق میں اسکے حکم کے بغیر رہنا یہ اچھی بات نہیں ہے۔

Marfat.com

فغانِ قرآن

جلسوں میں سنایا جاتا ہوں ٹیپوں میں بجایا جاتا ہوں
تقریب جب کوئی ہوتی ہے وہ دین کی ہو یا دنیا کی
مکتب ہی تلک محدود نہیں تعلیم مری تدریس مری
الفاظ کو میرے علامہ پہناتے ہیں کچھ ایسے معنے
بوبکر و عمر سمجھے نہ جسے عثمان و علی پہنچے نہ جہاں
تصدیق رسولِ برحق کی مقصد تھا مرا غایت تھی مری
جب کوئی مفکرِ مغرب کا دنیا سے نرالی بات کہے
جو اپنے من کو بھاتی ہیں پڑھتے ہیں وہی آیات مری
امداد تو مجھ سے لیتے ہیں ہر پہ نہیں یکسر چھا جاؤں

لہروں پہ اڑایا جاتا ہوں جب نشر کیا جاتا ہوں
آغاز مجھی سے ہوتا ہے پھر خوب بھلایا جاتا ہوں
اب کالج و یونیورسٹی میں معنوں سے پڑھایا جاتا ہوں
جبریل امین لائے نہ جسے مضمون وہ بتایا جاتا ہوں
اسرار و معارف کے ایسے زینہ پہ چڑھایا جاتا ہوں
اب قولِ نبیؐ کو جھٹلانے کے کام میں لایا جاتا ہوں
تائید کرانے کو اس کی فوراً میں بلایا جاتا ہوں
اک رُخ سے دکھایا جاتا ہوں اک رُخ سے چھپایا جاتا ہوں
اک بار جگایا جاتا ہوں اک بار سلایا جاتا ہوں

قرآنِ عزیز اس طرح کرے فریاد فغان اللہ اللہ
عرقِ ندامت عرقِ ندامت میں تو نہایا جاتا ہوں

مولوی عزیز الحق مرحوم
ڈپٹی سیکریٹری حکومت پاکستان

تیغِ قرآن

یہ نظم ۳ مئی ۱۹۵۹ء کے جلسۂ تقسیم اسناد دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو آلہ یار، زیرِ صدارت عالی جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (صدرِ پاکستان) میں پڑھی گئی۔

چوں سیاست عقدہ پیدا کند — ناخنِ شمشیر آں را وا کند
چوں فتد در رشتۂ تدبیر پیچ — وا نداند جز خمِ شمشیر ہیچ
چیست دانی کارِ شمشیر و سناں — حفظِ خیر و دفعِ شر اندر جہاں
عقل کے دارد تمیزِ خیر و شر — بے خبر باشد ہم از نفع و ضرر
امتیازِ نیک و بد یا خیر و شر — نیست ممکن جز بہ قرآن و خبر
فرق کردن در صواب و ناصواب — نیست ممکن جز بہ تعلیمِ کتاب
تیغ اگر از حکمِ قرآں سر کشد — سر بہ تخریب و فساد و شر کشد
گردنش چوں پیشِ قرآں خم شود — تیغ اگر زخمے زند مرہم شود
اہلِ حق را تیغ با قرآں بس است — کہ آں علاجِ احتیاجِ ہر کس است

Marfat.com

"این دو قوت حافظ یک دیگر اند — کائناتِ زندگی را محوزانند"

کارگر باشد ہمیں تدبیرِ ما — تابعِ قرآن شود تفسیرِ ما

قاہری از خواہشِ خود کافری است — قاہری باحکمِ حق پیغمبری است

ایں برائے ملّتِ ما خوب شد — بہرہ یاب از فیضِ دو ایوب شد

آں یکے در ملکِ پاکستانِ صدر — واں دگر[2] بر آسمانِ علم بدر

حق یکے را صاحبِ شمشیر کرد — دیگرے را عالمِ تفسیر کرد

امرِ ہم باشد چہ شوریٰ بینہم — اہلِ حق نکنند راہ خویش گم

گر بہم سازند دو ایوبِ ما
زود تر حاصل شود مطلوبِ ما

---

[1] علامہ اقبال مرحوم

[2] علامہ حافظ محمد ایوب صاحب دہلوی

پتہ تبدیل ہو گیا ہے
نیا پتہ یہ ہے
سید شوکت علی
پوسٹ بکس نمبر ۳۵۸ کراچی ۱

Marfat.com

هدیہ بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مقالاتِ ایوبی

(حصہ سوئم)

مولفہ

امام المتکلمین والمحققین علامہ حافظ محمد ایوب صاحب دھلوی قدس اللہ سرہٗ

ناشر:

مکتبہ رازی

۱۵ شہاب مینشن، محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی ۱

طباعت

Marfat.com